ماہنامہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انوار خیر البشر

ماہ دسمبر 2007

ذوالقعدہ۔ذوالحجہ 1428ھ

رکن کونسل آف جرائد اہلسنت پاکستان

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

قربانی کے فضائل ومسائل

آستانہ عالیہ جھگی شریف وزیر آباد گوجرانوالہ 03004259370

ماہنامہ

انوار خیر البشر ﷺ

آستانہ عالیہ جھگی شریف وزیر آباد

ذوالقعدہ، ذوالحج 1428ھ
دسمبر 2007ء
جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 9

برائے رابطہ وخط وکتابت۔
ایڈیٹر ماہنامہ انوار خیر البشر ﷺ
آستانہ عالیہ جھگی شریف (پیر مٹھا) وزیر آباد
ضلع گوجرانوالہ

زر اعانت

قیمت فی شمارہ / 15 روپے
سالانہ عام ڈاک / 150 روپے
بیرون ملک / 30 امریکی ڈالر

0556404741 03004259370

عکس آئنہ

نعت شریف

دو عالم کے سلطان اور اتنے سادہ
ہے خادم سواری پہ، خود ہیں پیادہ

میں قرباں ان پر، کہ جن کے تھے پیرو
ابوبکر، فاروق، سعد و قتادہ (رضی اللہ عنہم)

ہزاروں سلام ان پر، جنکے تھے ساتھی
علی و بلال، زبیر و عبادہ (رضی اللہ عنہم)

نبی کی ثناء کچھ انہی سے ہے ممکن
جو کرتے ہو ں قر آن سے استفادہ

مدینے میں ہے دین و دنیا کی راحت
یہ شہر محبت ہے سب پر کشادہ

ہر اک گام منزل ہے قدمو ں کے نیچے
مرے سامنے ہے مدینے کا جادہ

مسلمان ہوں، سرکار کا اُمتی ہوں
کرم مجھ پہ رب کا ہے کتنا زیادہ

مدینے کو جاؤں تو واپس نہ آؤں
یہی آرزو ہے، یہی ہے ارادہ

جو سوتے میں دیکھا تھا روئے منور
الٰہی ہو! ہر شب اسی کا اعادہ

وہ جنکی اطاعت ہے رب کی اطاعت
رہوں ان کے ہر حکم پر سرنہادہ

ضیاء القرآن

سورۃ ال عمران، پارہ نمبر۳، آیت نمبر ۶۸ سے ۸۷

آیۃ مبارکہ

ودت طا ئفۃ من اھل الکتب لو یضلو نکمہ و ما یضلون الا انفھمہ و ما یشعرون ٥

ترجمہ:

دل سے چاہتا ہے ایک گروہ ۷۵ اہل کتاب سے کہ کسی طرح گمراہ کر دیں تمھیں اور نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو اور وہ (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے

تفسیر:

۷۵۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اہل کتاب حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے۔ لیکن لانا تو کجا اُن کی ضد اور عناد کی یہ حالت ہے کہ جو راہ راست پر چل رہے ہیں ان کے متعلق بھی ان کی آرزو یہ ہے کہ وہ بھٹک جائیں۔ اگر وہ اُن کا مذہب قبول نہیں کرتے، تو کم از کم مُسلمان تو نہ رہیں۔ اس لیئے مُسلمانوں کو اسلام سے بدظن اور برگشتہ کرنے کے لیئے سارے جتن کرتے۔ ان کے سامنے طرح طرح کے شُبہات پیش کرتے۔ گونا گوں الزمات تراشتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اِس ناپاک مقصد میں تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ البتہ وہ اپنے نامۂ اعمال کی سیاہی میں ضرور اضافہ کر رہے ہیں اور بے خبری میں اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں پھینک رہے ہیں وما یضلون کا معنی وما یھلکون ہے۔

آیۃ مبارکہ

یا ھل الکتب لم تکفرون با یت اللہ و انتم تشھد ون ٥

ترجمہ:

اے اہل کتاب! کیوں انکار کرتے ہو اللہ کی آیتوں کا حالانکہ تم خود گواہ ہو ۷۶۔

تفسیر:

۷۶۔ اسلام کی صداقت وحقانیت کے دلائل اس قدر واضح اور روشن ہیں گویا وہ اسلام کی صداقت کا اپنی ان آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ لیکن یُوں عیاں دیکھ لینے کے باوجود بھی ان کا اسلام کو قبول نہ کرنا کتنی عجیب بات ہے۔

آیۃ مبارکہ

یا ھل الکتب لم تلبسون الحق با لبا طل و تکتمون الحق و انتم تعلمون ٥

ترجمہ:

اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو حق کو باطل کے ساتھ ۷۷ اور (کیوں) چھپاتے ہو حق کو حالانکہ تم جانتے ہو

تفسیر:

۷۷۔ لَبس کا معنی ڈھانپ دینا یا کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خلط ملط کر دینا ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات وعلامات جو ان کی آسمانی کتابوں کے صفحہ صفحہ پر ثبت تھے ان کو چھپا دیا کرتے یا اللہ تعالیٰ کے ان احکام میں تحریف کر دیا کرتے تھے۔ جن پر عمل کرنا ان کی طبع نازک پر گراں ہوتا۔

آیۃ مبارکہ

و قا لت طآئفۃ من اھل الکتب امنو ا با لذی انزل علی الذین امنو ا وجہ النھا رو ا کفر وٓ ا خرہ لعلھم یر جعون ٥ و لا تومنوٓ الا لمن تبع دینکم قل ان

الھدی ھدی اللہ ان یو تی اَحد مثل مآ او تیتمہ اَو یحآ جو کمہ عند ربکمہ قل ان الفضل بید اللہ یو تیہ من یشآ و اللہ واسع علیمہo

ترجمہ:

کہا ایک گروہ نے ۸۷ اہل کتاب سے کہ ایمان لے آؤ اس (کتاب) پر جو اتاری گئی ایمان والوں پر صبح کے وقت اور انکار کردو اس کا سرِ شام شاید (اس طرح) وہ (اسلام سے) برگشتہ ہو جائیں (ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہیں) ۹۷ کہ مت مانو کسی کی بات سوائے ان لوگوں کے جو پیروی کرتے ہیں تمھارے دین کی فرمایئے۔ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہو (اور یہ بھی نہ ماننا کہ) دیا جاسکتا ہے کسی کو جیسے تمھیں دیا گیا۔ یا کوئی حجت لاسکتا ہے تم پر تمھارے رب کے پاس (اے حبیبؐ) فرمادیجئے کہ فضل (وکرم) تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے۰ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے

تفسیر:

۸۷۔ دلائل کے میدان میں شکست کھانے کے بعد یہود کے مذہبی رؤسا نے لوگوں کو دینِ حق سے برگشتہ کرنے کے لیے ایک گہری سازش سے کام لینا چاہا۔ اُنھوں نے سوچا کہ اور کوئی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہوتی اَب یُوں کریں کہ اپنے چند خاص چیلے مُسلمانوں کے پاس بھیجیں جو وہاں جا کر اپنے مُسلمان ہونے کا اعلان کردیں۔ کُچھ وقت گزرنے کے بعد وہ مُرتد ہو جائیں اور اس کا خوب چرچا کریں کہ اِسلام قبول کرنے کے بعد ہمیں اِسلام اور پیغمبرِ اسلام کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور ان کے ایسے عیوب اور کوتاہیاں ہم پر آشکارا ہوئی ہیں کہ ہم اس دین کو ترک کرنے پر مجبور ہوگئے۔ جس کو ہم نے کچھ عرصہ پہلے بڑے شوق اور بڑی محبت سے قبول کیا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوگا۔ کہ وہ لوگ جو آج دھڑا دھڑ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں ٹھٹک کر رہ جائیں گے۔ اور وہ ایک بار پھر یہ سوچنے لگیں گے کہ جس دین کو اس کے ماننے والے ایک ایک کرکے چھوڑ رہے ہیں وہ سچا دین نہیں۔ یہود کی یہ سازش بڑی خطرناک تھی۔ اور نفسیاتی طور پر اس کا بڑا بُرا نتیجہ نکلتا۔ لیکن دانا و بینا خدا نے اُن کے اس دام ہمرنگ زمین کو پہلے ہی نمایاں کرکے مسلمانوں کو ہشیار کردیا اور اس طرح یہود کی یہ گہری چال ناکام ہو کر رہ گئی۔

۷۹۔ مفسرین کرام نے اس آیت کو مشکل ترین آیت شمار کیا ہے۔ اور اس میں جو متعدد جملے ہیں ان کے باہمی تعلق پر بڑی طویل بحثیں کی ہیں۔ لیکن خدا رحم فرماوے۔ امام ابو عبداللہ القرطبی پر جنھوں نے اس آیت کو بالکل آسان بنادیا ہے۔ فرماتے ہیں اس آیت میں **قل ان الھدی ھدی اللہ** جملہ معترضہ ہے اور دوسرے سب جملوں کا تعلق لاتومنوا سے ہے۔ اس صورت میں اس کا مفہوم یوں ہوگا:۔

المعنی ولاتوء منو الالمن تبع دینکم ولا تو ء منوا ان یوتی احد مثل ما اوتیم ولا تصدو توا ان یحاجو کم (تفسری قرطبی)

یعنی رؤساء یہود اپنے ان چیلوں کو جنھیں اُنھوں نے اِس سازش کے لیے تیار کیا تھا یہ تین باتیں بڑی مہارت سے ذہن نشین کراتے تھے۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ اپنے دین کے ماننے والوں کے بغیر کسی کی بات مت ماننا۔ دوسرا یہ یقین کرنا کہ جن انعاماتِ خداوندی سے تمھیں سرفراز کیا گیا ہے وہ کسی دوسری قوم کو مرحمت نہیں کیے گئے۔ تیسرا یہ کہ بالکل مطمئن رہو۔ قیامت کے دن بھی تم پر کوئی حجت قائم کرکے تمھیں شرمسار نہ کرسکے گا۔ یہ باتیں ان کے ذہن نشین کرنے کے بعد کو اس خطرناک سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا اہم فریضہ سونپا جاتا۔

علم نفسیات کے ماہران کی وسعت نظر کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہود کو یہ اندیشہ تھا اور وہ بے جا بھی نہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی اُن کے پاس جا کر انھیں کے بن کر رہ جائیں جیسے اُن کا بارہا کا مشاہدہ تھا۔ اور دوسروں کو اسلام سے برگشتہ کرتے کرتے کہیں اپنوں سے ہی ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔ اس اندیشہ کی پیش بندی اُنھوں نے بڑی سوجھ بوجھ سے کی۔ اور ان کے دل ودماغ کو ایسے قالب میں ڈھالنے کی ماہرانہ سعی کی جس کے بعد اس قسم کے خطرات کا امکان ہی ختم ہو جاتا ہے۔ پہلے ان کی مذہبی عصبیت کو ہوشیار کیا۔ اور اُنھیں یہ نہ مانوں نہ مانوں کا سبق ازبر کرادیا۔ اس کے بعد ان کی قومی نخوت اور نسلی برتری کے احساس کو ہوا دی گئی کہ خدا کی ساری مخلوق میں تمھی اس کے پیارے اور لاڈلے ہو۔ جو انعامات تم پر کیے گئے ہیں کسی دوسری قوم پر نہیں کیے گئے۔ اس لئے جب تم تمام اقوام عالم سے افضل و اعلیٰ ہو تو تم کیوں کسی دوسری قوم کی دعوت قبول کرو جو تم سے فروتر ہیں۔ اب بھی ایک گوشہ باقی تھا جس طرف ان کی ہٹ دھرمی اور تعصب پر یورش ہوسکتی تھی اور وہ روز قیامت کی بازپُرس کا خوف۔ اس کو یہ کہہ کر محفوظ کرکہ یقین مانو

قیامت کے دن بھی تم ہی سرخرو ہو گے اور کوئی ایسی بات نہیں جس کے باعث تمھیں قیامت کے دن شرمندہ ہونا پڑے۔ اس طرح انہیں ذہنی اور روحانی طور پر بھی اسلام کے خلاف اس گھناؤنے جرم کے ارتکاب کے لیے مستعد کر دیا۔ علامہ قرطبی کی اس تفسیر کے بعد آیت کا مفہوم اتنا واضح ہے کہ ان پُر پیچ تاویلات کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

۸۰۔ نبوت کسی کی ذاتی جاگیر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ حکیم و علیم جس کو اس بار امانت کے اٹھانے کا اہل دیکھتا ہے اس کو اس سے سرفراز فرماتا ہے۔ اس سے یہود کے اس دعویٰ کی تردید ہے کہ نبوت اولاد اسحٰق علیہ السلام کی میراث ہے بنی اسمٰعیل سے کوئی نبی نہیں آسکتا۔

آیۃ مبارکہ

یختص بر حمته من یشآء و الله ذو الفضل العظیم oومن اهل الکتب من ان تا منه بقطنا ر یو ده الیل و منهم من ان تا منه بد ینا ر لا یو ده الیل الا ما د مت علیه قآ ئما ذلک بآ نهمه قا لو ا لیس علینا فی الا مین سبیل و یقو لو ن علی الله الکذب و هم یعلمون o

ترجمہ:

خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے اور اہل کتاب سے بعض ایسے (دیانتدار) ہیں کہ اگر تو امانت رکھے اس کے پاس ایک ڈھیر (سونے چاندی کا) تو ادا کر دے اسے تمھاری طرف اور ان میں سے بعض وہ بھی ہیں کہ اگر تو امانت رکھے اس کے پاس ایک اشرفی تو واپس نہ کرے گا اسے بھی تیری طرف مگر جب تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے اس (بدیانتی) کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے ہم پر ان پڑھوں کے معاملہ میں کوئی گرفت اے اور یہ کہتے ہیں اللہ پر جھوٹ حالانکہ وہ جانتے ہیں

تفسیر:

۸۱۔ سبیل کا معنی راستہ ہے۔ اور کبھی کبھی یہ حجت اور دلیل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ ویعبر بہ عن الحجہ (مفردات) یہاں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہودی آپس میں جب لین دین، عہد و پیمان اور

خرید و فروخت کرتے تو اس وقت احکام خداوندی پر کم و بیش عمل کرتے۔ لیکن اہل عرب خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ عجیب قسم کا تھا۔ ان سے خرید و فروخت کرتے وقت دھوکہ کرتے۔ وعدہ کر کے پھر جاتے۔ امانتوں میں خیانت سے باز نہ آتے۔ غرضیکہ ان کے معاشرت میں اخلاق اور دین کے کسی ضابطہ کی پابندی نہ کرتے۔ اور اگر انہیں اس خیانت، عہد شکنی اور بد معاملگی پر ملامت کی جاتی تو بجائے نادم ہونے کے یہ جواب دیتے کہ ہمیں اپنی کتاب میں عرب کے ان بے علموں کے مال خرد برد کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کا یہ کہنا تورات اور حضرت کلیم پر بہتان عظیم ہے۔ خداوند کریم تو انہی لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو ہر کسی سے معاملات کرتے وقت دیانتداری، ایفائے عہد اور سچ بولنے کے اصولوں پر کاربند رہیں اس سے ہمیں یہ سبق مل گیا کہ ہم جس کسی سے معاملہ کریں خواہ وہ مسلمانوں ہو یا کافر، نیک ہو یا بد، اپنا ہو یا بیگانہ اس سے دیانتداری اور راست بازی کا معاملہ کریں۔ کسی کا کفر یا فسق اس کے ساتھ فریب دھوکا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی وجہ جواز نہیں۔

آیۃ مبارکہ

بلی من اوفی بعهده و اتقی فان الله یحب المتقینoان الذین یشترون بعهد الله و ایمانهم ثمنا قلیلا اولٓئک لا خلا ق لهم فی الا خر ة ولا یکلمهه الله ولا ینظر الیهم یو مه القیمة و لا یز کیهمه و لهم عذاب الیهمo

ترجمہ:

ہاں کیوں نہیں جس نے پورا کیا اپنا وعدہ اور پرہیزگاروں سے بے شک جو لوگ ۲ے خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت یہ وہ (بدنصیب) ہیں کہ کچھ حصہ نہیں ان کے لئے آخرت میں اور بات تک نہ کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ اور دیکھے گا بھی نہیں ان کی طرف قیامت کے روز اور نہ پاک کرے گا انہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 16)

چوتھی قسط

درود وسلام واجب بھی ہے مستحب بھی

قرآن کریم میں مومنوں کو حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوۃ کی بارگاہ اقدس میں درود وسلام پیش کرنے کا حکم دیا گیا تو اس کے وجوب میں تو کوئی شک نہیں، لیکن یہ وضاحت کلام الٰہی میں نہیں ہے کہ کب اور کن مواقع پر ایسا کرنا ہے۔ یہ رہنمائی ہمیں احادیث مبارکہ سے لینا پڑتی ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے اجراء سے پہلے یہ اعلان کر کے کہ اللہ اور اس کے فرشتے یہ کام کرتے ہیں ایک تو اپنے حکم کی اہمیت بتادی کہ صرف تمھی کو یہ حکم نہیں دیا جاتا رہا۔ دوسرے اس میں یہ اشارہ بھی ہے۔ کہ جس طرح اللہ اور اس کے فرشتوں کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے اس اعلان میں ہیشگی پائی جاتی ہے کہ اللہ کریم جل شانہ ازل سے اور فرشتے جب سے پیدا کیے گئے ہیں اُس وقت سے اس اہم کام میں مشغول ہیں اسی طرح اہل ایمان بھی درود وسلام پیش کرنے کا کوئی موقع نہ کھوئیں۔ اور اس سلسلے میں احادیث مقدسہ میں جس طرح رہنمائی ملے اس پر عمل کریں۔

درود وسلام کی فرضیت اور وجوب کے بارے میں مختلف نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ کچھ نے کہا ، درود وسلام عمر میں ایک بار بھی پڑھ لیا تو فرض ادا ہو گیا۔ (۱) لیکن امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ ہم اُن فقہا کی رائے کو صحیح نہیں مانتے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی کوئی درود پڑھ لے تو اس آیت کا حق ادا ہو جائے گا۔ (۲) مفتی محمد شفیع قرار دیتے ہیں کہ "اس پر جمہور فقہا کا اتفاق ہے کہ جب کوئی آنحضرت ﷺ کا ذکر کرے یا سنے تو اس پر درود شریف واجب ہو جاتا ہے۔" (۳) جسٹس پیر محمد کرم شاہ نے تفسیر میں اس مسئلے کو سرے سے چھیڑا ہی نہیں کہ درود وسلام کے وجوب کی حدیں کہاں تک ہیں اور استحباب کی کیا صورتیں ہیں۔ انہوں نے درود پاک کے بارے میں بہت سی حدیثیں بیان کر کے لکھا کہ ایسا کم فہم اور نادان کون ہوگا جو رحمتوں کے اس خزانے سے اپنی جھولی بھرنے کی کوشش نہ کرے۔ (۴) علامہ ابن کثیر نے احا

دیث مبارکہ کی روشنی میں ان اوقات کا الگ ذکر کیا ہے جن میں درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ (۵) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی قریباً انھی مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں حضور سرکار دو عالم ﷺ پر درود بھیجنا وارد ہے۔ (۶) مختلف علماء نے اپنی تالیف میں وہ مواقع بتائے ہیں جہاں درود وسلام پڑھنا ضروری ہے مثلاً جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہد مفتی عنایت احمد کوکوروی مولف "تواریخ حبیب الٰہ (ﷺ)" نے ایک موقع یہ لکھا ہے۔ کہ "جب اسمِ مبارک زبان پر لائے یا سنے"۔ (۷) مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں "جب حضور ﷺ کا اسم گرامی لیا جائے یا سنا جائے"۔ (۸) علامہ سخاوی کا بھی یہی کہنا ہے کہ "جب حضور اقدس ﷺ کا ذکر مبارک ہو"۔ (۹) محمد سعید شبلی ایک موقع یہ لکھتے ہیں "نبی کریم ﷺ کا نام صفت ضمیر کہنے اور لکھنے کے وقت" (۱۰) ایک اور مسئلہ کسی مجلس میں آقا حضور ﷺ پر درود پڑھنے کے متعلق ہے۔ اس سلسلے میں بعض علما نے یہ قرار دیا ہے کہ ایک مجلس میں حضور ﷺ کا ذکر خواہ کتنی مرتبہ آئے درود پڑھنا بس ایک دفعہ واجب ہے (۱۱) اس طرح چند باتیں سامنے آتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ عمر بھر میں حضور اکرم ﷺ پر ایک بار درود پڑھنے سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ بعض لکھتے ہیں جب سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر آئے درود پڑھنا واجب ہے۔ کچھ حضرات نے لکھا ہے کہ مجلس میں خواہ کتنی مرتبہ ذکر مبارک آئے ایک بار درود پڑھنا واجب ہے پھر ہر بار مستحب ہے۔

مولانا سید محمد ہاشم صلوۃ سلام کی فرضیت کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ ("صلوۃ وسلام" امر کے صیغے ہیں اور امر ہمیشہ وجوب و فرضیت کے لیے بولا جاتا ہے۔ الا یہ کہ فرضیت کے خلاف کوئی جداگانہ دلیل یا کوئی قابل یقین قرینہ یا دلیل موجود ہو۔ اس آیت میں فرضیت و وجوب کے خلاف کوئی قرینہ یا دلیل موجود نہیں ہے۔ بلکہ جس اہتمام کے ساتھ "صلوۃ وسلام" کا حکم دیا گیا ہے۔ اور "تسلیما" سے اس حکم کو موکد و مستحکم کیا گیا ہے اور حکم سے پہلے بطور تمہید اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی صلوۃ کا ذکر ہے۔

عقل و دین اور صورت و معنی کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں امر کو وجوب و فرضیت ہی کے لیے متعین کیا جائے۔ لہذا درود وسلام کی مطلق فرضیت میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں نکلتی"۔ (۱۲) اس طرح درود وسلام واجب اور فرض تو لازماً ٹھہرا۔ لیکن قرآن پاک میں جو احکام دیئے گئے ہیں عموماً ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ حکم دے دیا جاتا ہے" یہ بات نہیں بتائی جاتی کہ وہ کس موقع کیلئے ہے۔ یہ بات حضور رسول کریم ﷺ

کے ارشادات وفرامین اور آپ (ﷺ) کے اُسوۂ حسنہ سے واضح ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں صلوۃ (نماز) کے قیام کا بار بار حکم دیا گیا ہے لیکن اس کے اوقات کی ممکن تکمیل وتفصیل اور اس کو ادا کرنے والوں کی تعریف قرآن میں موجود ہے لیکن ہمیں اس کی تفصیلات وجزئیات کیلئے آقائے کائنات کے فرمودات سے رہنمائی حاصل کرنا ہوتی ہے۔ لیکن بہت سی جزئیات ایسی ہیں جن کے متعلق ضروری ہدایات حضور رسول انام علیہ الصلوۃ والسلام نے جاری فرمائیں۔

چنانچہ صلوۃ وسلام کی فرضیت کے قرآنی حکم کی تشریح وتوضیح کے لیے ضروری ہے۔ کہ ہم اپنے آقا ومولا علیہ الصلوۃ وسلام کے ارشادات سے رجوع ہوں۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جس کام کو خدا اور رسول خدا (جل شانہ وصلی اللہ علیہ وسلم) نے اچھا فرمایا ہے‘ ہم آپ اُسے نہیں کرتے تو کسی نہ کسی صورت میں نقصان ہی اٹھاتے ہیں لیکن جس کام کو فرض یا واجب فرمایا گیا ہے‘ وہ اگر نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کرتے ہیں۔ اور اگر کسی فعل کو واجب قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت پر بھی زور دیا گیا ہو اور تاکید بھی کی گئی ہو تو اللہ کی یہ ناراضی اور زیادہ شدید ہو جاتی ہے جب ہم اس پر عمل نہیں کرتے۔

اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک ﷺ پر درود وسلام کو مسلمانوں کے لیے واجب فرمادیا۔ اب ہم احادیث مقدسہ سے یہ پوچھ لیتے ہیں کہ درود وسلام ہم پر کس صورت میں واجب ہوتا ہے اور اگر ہم اس واجب کو ادا کرنے میں کوتاہی کر بیٹھیں تو اللہ ہم سے کتنا ناراض ہوگا اور ہمیں اپنی اس غلطی کو کیسے بھگتنا ہوگا۔

مختلف احادیث مبارکہ میں ہے کہ جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے‘ وہ بخیل ہے ‘وہ جہنم رسید ہوا‘ وہ ذلیل وخوار ہو جائے‘ وہ بد بخت ہے‘ وہ قیامت میں میرے دیدار سے سرفراز نہ ہوگا وہ ظالم ہے‘ اس نے مجھ پر جفا کی۔ یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ساتھ فرمایا‘ اے اللہ! جو میرے ساتھ ہوا‘ تو اس کے ساتھ ہو اور جو مجھ سے کٹا‘ تو اس سے منقطع ہو۔ (۱۳) اس سے واضح ہو گیا کہ جب حضور اکرم ﷺ کا ذکر مبارک سن کر یا لے کر یا پڑھ کر یا لکھ کر کسی نے درود وسلام پیش نہ کیا تو اس کے لیے اتنی سخت وعیدوں کا اعلان صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہی وہ مواقع ہیں جہاں حضور آقا ومولا علیہ الصلوۃ وسلام پر درود وسلام فرض یا واجب ٹھہرتا ہے۔ (۱۴) اور.......... جب ایسا ہے تو عمر بھر میں ایک بار درود وسلام پڑھ کر مطمئن ہو جانے کی بات کسی طرح درست نہیں ہو سکتی۔ اسی سے یہ بات بھی

صاف ہو جاتی ہے کہ کسی ایک محفل میں بیٹھ کر اور میرے سرکار ﷺ کا ذکر مبارک کرتے ہوئے یا سنتے ہوئے صرف ایک بار درود شریف پڑھنے کو واجب یا مستحب قرار دینے کا بھی کوئی جواز نہیں۔

اگر حضور حبیب خالق ومخلوق ﷺ کا ذکر مبارک کرتے یا کلمہ سنتے ہوئے‘ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اسم گرامی لکھتے یا پڑھتے وقت کوئی کلمہ گو درود وسلام کا اہتمام نہیں کرتا تو وہ بدبختی کو آواز دیتا ہے‘ جہنم کا سزاوار ہو جاتا ہے‘ ذلت وخواری اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ حضرت جبریل امین (علیہ السلام) اور حضور ’’بالمومنین رؤف رحیم‘‘ (ﷺ) اس کو ہلاکت کی وعید دیتے ہیں‘ ایسا شخص قیامت کے دن دیدار سید ابرار علیہ الصلوۃ والسلام سے مشرف نہ ہوگا‘ آقا حضور ﷺ اس سے اپنے لاتعلق ہونے کا اعلان فرماتے ہیں‘ اور اس سے بڑھ کر یہ حدیث پاک کہ اگر ایسے مواقع پر کوئی مسلمان درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنا بھول گیا تو اس کی بھول کی بھی اُسے سزا ملے گی اور وہ جنت کا راستہ بھول جائے گا۔ یعنی اپنی باقی حسنات کی وجہ سے جنت کا حق دار بھی ہوگا تو وہاں پہنچنے نہ پائے گا۔ جب یہ سب میرے اور آپ کے مالک وسردار ﷺ کے فرمودات ہیں‘ آیۂ کریمہ کی تشریح میں درود وسلام کی اہمیت اور اس کی فرضیت ووجوب کے مواقع کی نشاندہی پر مبنی احادیث مبارکہ ہیں‘ تو ان وعیدوں کی موجودگی میں عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ درود پاک پڑھنے کو کافی گردانا یا کسی ایک محفل میں صرف ایک بار فرض اور باقی مستحب سمجھنا کیا ہے؟ جبکہ ہم سب جانتے ہیں کہ مستحب چھوٹ جانے سے کوئی مومن اتنی سخت سزاؤں کا مستحق کسی صورت نہیں ٹھہرتا۔

احادیث مقدسہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ کا نام نامی لینے یا سننے پر (اسی طرح لکھنے یا پڑھنے پر) درود وسلام واجب ہو جاتا ہے اور اس میں کسی کوتاہی کے مرتکب کے لیے بھاری وعیدیں موجود ہیں‘ اس لیے کسی مجلس میں جتنی بار کوئی مومن حضور ﷺ کا ذکر مبارک کرے گا یا سنے گا ‘اُس پر اور سننے والوں پر واجب ہے کہ وہ ہر بار درود وسلام کا نذرانہ پیش کریں۔ پھر یہ بات کیسے رواج پا گئی کہ مومن کے لیے کسی مجلس میں صرف ایک بار درود شریف واجب ہے‘ باقی مستحب ہے؟ اس سوال کا جواب ایک حدیث مبارکہ سے مل جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور اس میں نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں‘ نہ حضور سید عالمین ﷺ پر درود پاک پڑھتے ہیں‘ انہیں قیامت کے دن نقصان ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ چاہے تو اُن کو عذاب دے گا‘ چاہے تو بخش دے گا۔ (۱۵)

اس حدیث پاک سے یہ سمجھنا کہ کسی مجلس میں چاہے سیکڑوں مرتبہ حضور اکرم ﷺ کا اسم گرامی لیا جائے' درود وسلام ایک ہی بار فرض ہے' درست نہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر مبارک کر کے یا سن کے تو درود وسلام فرض ہو جاتا ہے' چاہے آپ جتنی بار سرکار ﷺ کا نام نامی لیں یا سنیں۔ محولہ بالا حدیث مبارکہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ کسی ایسی مجلس میں بیٹھیں جہاں دین کی کوئی بات نہ ہوتا ہو' یہ محفل کسی دنیوی مقصد کی خاطر برپا ہو' جہاں آقا حضور ﷺ کا ایک بار بھی ذکر نہ آئے۔۔۔ تو بھی ہر مومن کے لیے فرض ہے کہ وہ کم از کم ایک بار وہاں بیٹھے ہوئے درود وسلام کا ہدیہ پیش کرے۔ ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھے تو مستحب ہے۔ لیکن ایک مرتبہ بھی نہ پڑھے گا تو فرض چھوٹ جائے گا' اور فرض چھوٹنے سے وہ سخت گنہگار ہوگا۔

مستحب ہونے کی صورت بھی یہ ہے کہ جب آپ پڑھیں گے' ثواب آپ کو مستحب کا نہیں' فرض ہی کا ملے گا کیونکہ آیۂ درود پاک میں جس تاکید کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے' وہ فرض ہی پر دلالت کرتا ہے۔ فرض کا موقع حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یعنی اس موقع پر درود وسلام نہ پڑھیں گے تو گنہگار نہیں ہوں گے کہ مستحب ہے لیکن پڑھیں گے تو ثواب فرض ہی کا ملے گا۔

(۱۶) اس ساری گفتگو سے یہ بات صاف ہوگئی کہ درود وسلام واجب کس صورت میں ہے۔ ہمارے لائق صد احترام محدثین کرام نے کہیں اس فرض سے غفلت نہیں کی۔ اگر کچھ گنجائش ہوتی تو وہ کتب احادیث کی ضخامت بہت کم کر سکتے تھے۔ لیکن جہاں آقا حضور ﷺ کا اسم گرامی آیا ہے' انھوں نے ﷺ ضرور لکھا ہے۔ سعودی عرب کے موجودہ ارباب حل وعقد اور کئی معاملات میں تو کمزوری دکھا جاتے ہوں گے۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ حرمین شریفین کے خطیب "قال" کہہ کر بھی "ﷺ" کا اہتمام کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ درود شریف واجب بھی ہے اور مستحب بھی۔ ہم میں سے کوئی شخص اکیلا' یا اپنے چند دوستوں عزیزوں میں مل بیٹھ کر درود وسلام پڑھنے لگا۔۔۔ تسبیح پر یا انگلیوں پر گن کر یا شمار کیے بغیر' تو وہ پڑھنے کے اعتبار سے مستحب درود وسلام ہے' فرض نہیں ہے۔ فرض تو تب ہوگا جب ہم حضور ﷺ کا ذکر مبارک کریں گے یا سنیں گے۔ اب تو آپ محض محبت سے اس وظیفہ حمد او ملائکہ میں مشغول ہو گئے ہیں۔ مستحب کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ چند دوست چائے پینے کے لیے اکٹھے بیٹھ گئے یا دوستوں میں صلح کے غرض سے اکھٹے ہوئے یا کسی دنیوی مقصد کی خاطر جمع ہو گئے اور اس مجلس میں ایک ایک بار درود وسلام پڑھ کر اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو گئے۔ اب جتنی مرتبہ آپ درود پاک پڑھیں گے' وہ پڑھنے کے لحاظ سے مستحب ہوگا' صلے کے اعتبار سے فرض سمجھا جائے گا۔

ایک بات یاد رکھیں کہ جب آپ پر درود وسلام فرض ہو گیا اور آپ نے اسے ادا کرنے میں کوتاہی کی تو سخت وعیدیں آپ کی منتظر تھیں۔ آپ درود شریف پڑھنا بھول بھی گئے تو وعید ملی کہ جنت کا راستہ بھول جاؤ گے۔ جب فرض نہیں ہے' آپ مستحب پر درود وسلام پڑھ رہے ہیں تو محض وعدے آپ کا استقبال کر رہے ہیں' اور ثواب بھی فرض کا مل رہا ہے۔

احادیث وسیر کی کتابوں میں بے شمار انعامات کا ذکر ملتا ہے جو درود خواں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملیں گے مثلاً اللہ تعالیٰ درود پڑھنے والے دنیا و آخرت کے سارے کام اپنے ذمے لے لیتا ہے۔ فرشتے درود خواں کے لئے دعائیں کرتے ہیں' اس کے لیے اللہ کے غضب سے امان نامہ لکھ دیا جاتا ہے' قیامت کے دن اُسے عرش الٰہی کے سائے میں جگہ دی جائے گی۔ وہ پل صراط سے نہایت آسانی اور تیزی سے گزر جائے گا' اُسے دشمنوں پر فتح ونصرت نصیب ہوگی لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے' جنت کے دروازے پر اس کا کندھا آقا حضور ﷺ کے مبارک کندھے سے چھو جائے گا' اسے جانکنی میں آسانی ہوگی' حضور ﷺ اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ ایک بار درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل کرے گا' اس کے دس گناہ معاف کرے گا اور اس کے درجے بلند کرے گا۔ اور قیامت کے دن حضور علیہ السلام سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجتا رہا ہوگا!

(۱۷) اس صورت حال میں یہ حقیقت کتنی تکلیف دہ ہے کہ ہمارے بعض علماء اپنی تقریروں میں حضور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی لیتے ہیں تو ہر مرتبہ درود وسلام کا اہتمام نہیں کرتے۔ اور دنیوی مجلس میں جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اسم گرامی لینے کا کوئی موقع نہیں ہوتا' وہاں کم از کم ایک بار درود شریف پڑھنے کو فرض اور باقی کو مستحب قرار دینے کے نسخے کو اُس محفل پر استعمال کر لیتے ہیں جہاں بار بار آقا حضور ﷺ کا نام نامی لیا جاتا ہے۔ ایسے میں عامۃ الناس کے دل ودماغ پر درود وسلام کی اہمیت کیسے واضح ہوگی۔ اس طرح تو لوگ اس فرض سے کوتاہی کیلئے احادیث مبارکہ میں دی گئی وعیدوں کا مصداق بنتے جا رہے ہیں۔ اس لئے

ضروری ہے اگر کوئی مولوی صاحب یہ غلطی کر رہے ہوں تو انھیں چٹ کے ذریعے یاد دلایا جائے کہ وہ ہر بار حضور ﷺ کا اسم گرامی لیتے ہوئے بلکہ کوئی ضمیر یا اسم صفت استعمال کرتے ہوئے درود وسلام ضرور پڑھیں۔ اگر وہ نہ پڑھنے پر اصرار کریں تو آئندہ کیلئے انھیں تقریر پر نہ بلایا جائے کہ شاید پیٹ پر زد پڑے تو انھیں غلطی کا احساس ہو جائے۔ کم سے کم یہ ضروری ہو سکتا کہ اہل محبت عوام وخواص اس وقت اونچی آواز سے ﷺ کہیں جب مولوی صاحب حضور اکرم ﷺ کا ذکر کریں۔ اس طرح سامعین کو بھی تحریک ہوگی اور شاید غلطی مرتکب کے مولوی صاحب بھی اپنی اصلاح کر لیں۔

(بقیہ ضیاالقران) **تفسیر:**

۷۲: کبیرہ گناہوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ لیکن ان میں سے عہد شکنی اور وعدہ خلافی پر جو سزا مقرر کی گئی ہے۔ وہ کسی دوسرے گناہ کیلئے تجویز نہیں کی گئی۔ عہد شکنی کیلئے پانچ سزاؤں کا یہاں ذکر ہے۔ (۱) وہ آخرت کی نعمتوں سے یکسر محروم کر دیا جائے گا۔ (۲) رحمٰن ورحیم خدا اُس سے بات تک نہیں فرمائے گا۔ (۳) اُس کی نظر لطف ورحمت سے بھی وہ محروم رہے گا۔ (۴) گناہ کی آلائشوں سے بھی اُسے پاک نہیں کیا جائے گا۔ (۵) اُسکے علاوہ اُسے دردناک عذاب دیا جائے گا۔

آیة المنافق ثلاث وان صام و صلی و زعم انه مسلم اذا احدث کذب واذا وعدا خلف و اذا ائوتمن خان.

ترجمہ:۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں اگر چہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلمان خیال کرے۔ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ایک وہ وعدہ جو بندہ اپنے رب کے ساتھ اس کی بندگی اور فرمانبرداری کے متعلق کرتا ہے اور دوسرا وہ جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ دونوں کی خلاف ورزی پر یہ وعید ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص گناہ کے ارتکاب کی قسم اٹھاتا ہے یعنی اس نے قسم اٹھائی کہ وہ نماز نہیں پڑے گا یا شراب پئے گا۔ یا ماں باپ کو اذیت پہنچائے گا تو اس وقت اُس قسم کا توڑنا لازمی ہو جاتا ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے کیونکہ اللہ کا نام پاک نیکی پر برانگیختہ کرنے کے لئے ہے نہ کہ برائی اور گناہ پر اُکسانے کے لئے۔

تلاوت کی فضیلت

جنازہ میں شریک ہونے والوں کو بھی بخشش کی بشارت:

سرکار مدینہ (ﷺ) مسجد نبوی شریف کے دروازے پر جلوہ افروز تھے۔ ایک شخص کا جنازہ آیا۔ سرکار مدینہ نے فرمایا کیا اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، اس پر چار ۴ درہم قرض ہے سرکار مدینہ نے فرمایا، تم لوگ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھو جس کے اوپر چار ۴ درہم کا قرض ہو اور ادا کئے بغیر ہی مر گیا ہو میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ اسی لمحہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ (ﷺ) اللہ (عز وجل) آپ پر سلام ارشاد فرماتا ہے اور فرماتا ہے جبرائیل علیہ السلام کو آدمی کی صورت میں بھیجتا ہوں اور وہ اس کا قرض ادا کرتا ہے آپ اٹھیے اور اس کی نماز جنازہ پڑھیے کیونکہ وہ مغفور (بخشا ہوا) ہے۔ اور اللہ (عز وجل) فرماتا ہے جو اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوگا اللہ تعالیٰ اُسے بھی بخش دیگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے بھائی! جبرائیل علیہ السلام اس شخص کو یہ عزت وکرامت کس کی بدولت حاصل ہوئی؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ شخص روزانہ سو ۱۰۰ مرتبہ قل ھواللہ احد (آخر سورۃ تک) پڑھتا تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ہے اور اُس کی ثناء وتعریف ہے اور کہا جس نے تمام عمر میں ایک مرتبہ اس سورۃ کو خلوص کے ساتھ پڑھا وہ دنیا سے نہ جائے گا جب تک جنت میں گھر نہ دیکھ لے خصوصاً جس نے روزانہ کی پانچوں نمازوں میں بار بار اسے پڑھا تو روز قیامت اُس کے لیے اور اُس کے تمام اُن اقرباء کے لیے جن پر جہنم واجب ہو چکا ہے یہ سورۃ شفاعت کرے گی۔

سورۃ اخلاص کے ثواب کی عجیب حکایت: قاضی ابو بکر بن عبد الباقی انصاری نے سلمہ بن عبید سے روایت کی۔

وہ کہتے ہیں کہ حماد مکی (رحمتہ العالمین) نے بتایا کہ ایک رات میں مکہ مکرمہ کے قبرستان کی طرف چلا گیا اور ایک قبر کے قریب سو گیا تو دیکھا کہ قبروں والے حلقہ در حلقہ کھڑے ہیں میں نے اُن سے دریافت کیا کہ قیامت قائم ہوگی انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ ہمارے ایک بھائی نے سورۃ اخلاص پڑھ کر ہم کو ثواب

پہنچایا وہ ثواب ہم ایک سال سے تقسیم کر رہے ہیں۔

پچاس برس کے گناہ معاف: سرکار مدینہ (ﷺ) نے فرمایا

جو ایک دن میں دوسو مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھے گا۔ اس کے پچاس برس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے مگر یہ اُس پر قرض ہو۔ (یعنی قرضہ معاف نہ ہوگا ہاں اگر قرضخواہ معاف کر دے تو دوسری بات ہے)۔

قل ھواللہ شریف پڑھنے والے پر جنت واجب ہوگی:

تاجدار مدینہ (ﷺ) نے ایک شخص کو قل ھواللہ احد پڑھتے سنا فرمایا کہ جنت واجب ہوگئی۔

رحمت الٰہی عزوجل کا خزانہ:

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) سب سے بڑی سورت کون سی ہے؟ فرمایا قل ھواللہ احد اُس نے عرض کی قرآن میں سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟ فرمایا آیت الکرسیٰ اللہ لا الہ الا ھوالحی القیومہ۔ اُس نے کہا، یا رسول اللہ (ﷺ) کونسی آیت آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچانا محبوب ہے؟ فرمایا سورۃ البقرہ کے خاتمہ کی آیت کہ وہ رحمت الٰہی (عزوجل) کے خزانہ سے عرش الٰہی (عزوجل) کے نیچے سے ہے۔ اللہ نے وہ آیت اس امت کو دی۔ دنیا و آخرت کی کوئی خیر نہیں مگر یہ اُس پر مشتمل ہے۔

شیطان سے محفوظ رہنے کا عمل: سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے قل ھواللہ احد (پوری سورت) کو نماز فجر کے بعد دس۱۰ مرتبہ پڑھا تو اُس دن میں اُسے کوئی گناہ نہ پہنچے گا۔ اگرچہ شیطان کتنی ہی کوشش کرے۔

سوشہیدوں کا ثواب: تاجدار مدینہ (ﷺ) نے فرمایا۔

جس نے سورۃ اخلاص کو ایک مرتبہ پڑھا اُسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

سرکار مدینہ (ﷺ) نے فرمایا جس نے قل ھواللہ احد کو ایک مرتبہ پڑھا گویا اس نے ایک تہائی قرآن پڑھا اور جس نے دو مرتبہ پڑھا اُس نے دو تہائی پڑھا۔ اور جس نے تین مرتبہ پڑھا گویا اُس نے پورا قرآن پڑھا اور جس نے گیارہ ۱۱ مرتبہ پڑھا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں سرخ قوت کا گھر بنا دے گا۔

ستر ہزار فرشتے مغفرت کی دعا کریں: سرکار مدینہ (ﷺ) نے فرمایا

صبح کو جو شخص اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم تین بار پڑھ کر سورۃ حشر کی آخری تین آیات یعنی ھواللہ الذی تا عزیز الحکیم پڑھے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا۔ جو شام تک اُس کے لیے دعائے مغفرت کریں گے اور اگر وہ شخص اُس روز مر جائے تو شہید مرے گا۔ اور شام کو پڑھ لے تو اُس کے لیے بھی یہی ہے یعنی صبح تک ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کریں گے اور اُس دوران انتقال ہوا تو شہید ہے۔

تلاوت کی سنتیں اور آداب:

(۱) ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلّف پر فرض عین ہے اور پورے قرآن مجید کی حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اور سورت فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کی مثال مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ واجب عین ہے۔

(۲) قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کہ یہ پڑھنا بھی ہے اور دیکھنا بھی ہے اور ہاتھ سے اس کا چھونا بھی یہ سب عبادت ہے۔

(۳) مستحب یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کرے اور شروع تلاوت میں اعوذ پڑھنا سنت ہے اور ابتدائے سورت میں بسم اللہ سنت ورنہ مستحب اور اگر جو آیت پڑھنا چاہتا ہے اُس کی ابتدا میں ضمیر مولا تعالیٰ کی طرف راجع ہو جیسے ھواللہ الذی لا الہ الا ھو تو اِس صورت میں اعوذ کے ساتھ بسم اللہ پڑھنے کا استحباب موکد ہے۔ درمیان میں کوئی دنیوی کلام کرے تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ پھر پڑھے اور دینی کلام کیا مثلاً سلام یا اذان کا جواب دیا۔ سبحان اللہ اور کلمہ طیبہ وغیرہ اذکار پڑھے تو اعوذ باللہ پھر پڑھنا اس کے ذمہ نہیں۔

(۴) لیٹ کر قرآن مجید پڑھنے میں حرج نہیں جبکہ پاؤں سمٹے ہوئے ہوں، اور منہ کھلا ہو۔ یونہی چلنے اور کام کرنے کی حالت میں بھی تلاوت جائز ہے جبکہ دل نہ بٹے ورنہ مکروہ ہے۔

(۵) غسل خانہ اور مواضع نجاست (یعنی نجاست کی جگہیں مثلاً بیت الخلا) میں قرآن مجید پڑھنا ناجائز ہے

(۶) جب بلند آواز میں قرآن مجید پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے جبکہ وہ مجمع بغرض سننے کے حاضر ہو ورنہ ایک کا سننا کافی ہے اگرچہ اور لوگ کام میں ہوں۔

(۷) مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں یہ حرام ہے۔ اکثر تیجوں میں سب بلند آواز سے پڑھتے ہیں یہ حرام ہے۔ اگر چند شخص پڑھنے والے ہوں تو حکم ہے کہ آہستہ پڑھیں۔ البتہ ہر پڑھنے میں اتنی آواز ضروری ہے کہ خود سن لیں جبکہ
کوئی ثقل سماعت (یعنی شوروغل یا بہرہ پن وغیرہ نہ ہو)۔

(۸) بازاروں میں اور جہاں لوگ کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے پڑھنا ناجائز ہے۔ اگر سب لوگ نہ سنیں گے تو گناہ پڑھنے والے پر ہوگا۔ اگر کام میں مشغول ہونے سے پہلے اس نے پڑھنا شروع کر دیا ہو اور اگر وہ جگہ کام کرنے کے لیے مقرر نہ ہو تو اگر پہلے پڑھنا اس نے شروع کیا اور لوگ نہیں سنتے تو لوگوں پر گناہ ہے۔ اور اگر کام شروع کرنے کے بعد اس نے پڑھنا شروع کیا تو اس پر گناہ ہے۔

(۹) مدرسے میں سبق یاد کرنے کے لیے ایک ہی وقت میں کئی طلبہ بلند آواز سے قرآن شریف پڑھتے ہیں یہ جائز ہے۔

(۱۰) تلاوت کرنے میں کوئی شخص معظم دینی بادشاہ اسلام عالم دین استاد یا باپ آجائے تو تلاوت کرنے والا اُس کی تعظیم کو کھڑا ہو سکتا ہے۔

(۱۱) قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے جبکہ کسی نمازی مریض یا سوتے کو ایذا نہ پہنچے۔

(۱۲) جو شخص غلط پڑھتا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ بتا دے بشرطیکہ بتانے سے کینہ و حسد پیدا نہ ہو۔ اسی طرح اگر کسی کا مصحف شریف (قرآن شریف) اپنے لئے عاریت مانگا ہے۔ اگر اُس میں کتابت کی غلطی دیکھے تو بتا دینا واجب ہے

(۱۳) قرآن مجید یاد کر کے بھلا دینا گناہ ہے سرکار مدینہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے ثواب مجھ پر پیش کئے گئے۔ یہاں تک کہ تنکا جو آدمی مرضی سے نکال دیتا ہے اور میری امت کے گناہ مجھ پر پیش کئے گئے تو اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ آدمی کو سورت یا آیت دی گئی اور اُس نے بھلا دیا اس حدیث کو ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ جو قرآن پڑھ کر بھول جائے قیامت کے دن کوڑھی ہو کر آئے گا۔ اور قرآن مجید میں ہے کہ ایسا شخص اندھا اٹھایا جائے گا۔

(۱۴) جس گھر میں قرآن مجید رکھا ہو اُس میں بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے جبکہ قرآن مجید پر پردہ پڑا ہوا ہو۔

(۱۵) مسلمانوں میں دستور ہے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت اٹھ کر جاتے ہیں تو بند کر دیتے ہیں کھلا ہوا چھوڑ کر نہیں جاتے یہ ادب کی بات ہے مگر بعض لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ اگر کھلا ہوا چھوڑ دیا جائے تو شیطان پڑے گا۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔

(۱۶) قرآن مجید کے ادب میں یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹ نہ کیا جائے نہ ہی پاؤں پھیلائے جائیں نہ پاؤں کو اُس سے اونچا کریں نہ خود اونچی جگہ ہوں اور قرآن نیچے ہو۔

(۱۷) قرآن مجید کو جزدان یا غلاف میں رکھنا ادب ہے صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے اس پر مسلمانوں کا عمل ہے۔

(۱۸) قرآن مجید پرانا اور بوسیدہ ہو گیا ہے۔ اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اوراق منتشر ہو کر ضائع ہو جائیں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لیے لحد بنائی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ مصحف شریف (قرآن شریف) بوسیدہ ہو جائے تو اسے جلایا نہ جائے۔

(۱۹) قرآن شریف کے اوپر کسی قسم کی کوئی کتاب وغیرہ نہ رکھیں یہاں تک کہ جس صندوق میں قرآن پاک ہو اُس پر کوئی کپڑا نہ رکھیں۔

(۲۰) قرآن شریف اگر معاذ اللہ ہاتھ سے چھوڑ کر گر جائے تو اس کا کوئی کفارہ نہیں۔

(۲۱) اگر معاذ اللہ کسی نے قرآن پاک کی توہین کر دی یا توہین کی نیت سے اس پر پاؤں رکھ دیا تو کافر ہو جائے گا۔

(۲۲) ذوق و شوق اور توجہ کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کیجئے۔

(۲۳) حضور قلب سے قرآن مجید کی تلاوت کیجیے۔ اور اس میں کبھی بھی اکتاہٹ کا مظاہرہ نہ کیجیے۔

(۲۴) تلاوت سے پہلے طہارت و نظافت (صفائی) کا پورا پورا اہتمام کیجئے۔

(۲۵) تلاوت کے وقت ظاہری پاکی و طہارت کے ساتھ ساتھ دل کو بھی گندے خیالات، برے جذبات اور ناپاک مقاصد سے پاک رکھیے۔

(۲۶) ہمیشہ پاک و صاف جگہ پر بیٹھ کر تلاوت کلام پاک کیجئے۔

(۲۷) قرآن مجید کی عظمت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت بھی دل میں جمائے رکھئے اور یہ یقین رکھئے کہ جسے آپ پڑھ رہے ہیں یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔

(۲۸) اگر کسی کے لیے تکلیف دہ نہ ہو تو بلند آواز میں تلاوت کلام پاک کیجئے۔

(۲۹) لوگوں کو اپنا معتقد اور گرویدہ بنانے، اپنی خوش الحانی کا سکہ جمانے اور اپنی دین داری کی دھاک بٹھانے کے لیے تلاوت سے پرہیز کیجئے۔

(۳۰) وقت سحر اور نماز تہجد میں قرآن شریف پڑھنے کی بہت زیادہ کوشش کیجئے اور خصوصی اہتمام کے ساتھ ان مواقع پر تلاوت کیجئے۔

(۳۱) تلاوت کے ساتھ ساتھ ترجمہ و تفسیر بھی پڑھتے رہیے۔

(۳۲) اس عزم کے ساتھ تلاوت کیجئے کہ مجھے اس احکام کے مطابق اپنی زندگی کو بنانا اور اس کی ہدایت کی روشنی میں اپنی زندگی کو سنوارنا ہے۔

(۳۳) تلاوت قرآن کو اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھئے۔ اور یقین رکھیئے کہ قرآن سے شغف اللہ تعالیٰ سے شغف ہے۔

(۳۴) حقوق آیات کا لحاظ رکھئے اور آیات سجدہ پر سجدہ بجالایئے۔

(۳۵) سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ: آیت سجدہ پڑھی یا سنی تو کھڑے ہو کر سجدہ تلاوت کی نیت سے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جایئے اور کم سے کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہیے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو جائیں اول آخر دو مرتبہ اللہ اکبر کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدے کے بعد کھڑے ہونا دونوں قیام مستحب ہے ہاتھ اٹھانے التحیات پڑھنے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳۶) قرآن مجید میں موجود سابقہ اقوام وانبیاء علیہ السلام کے تذکروں کو واقعات کے طور پر نہ پڑھے بلکہ سبق و عبرت حاصل کرنے کی نیت مقصود رکھیے۔

(۳۷) تلاوت میں مخارج ٹھیک ٹھیک ادا کیجئے اور ع، س، ش اور ص، ذ، ز اور ظ، ہ اور ح وغیرہ حروف کی ادائیگی میں ایک دوسرے کا امتیاز رکھیے۔

(۳۸) تلاوت کے دوران قرآن پاک کی آیات سے اثر قبول کرنے کی بھی کوشش کیجئے مثلاً۔

(ا) جب رحمت۔ مغفرت اور جنت کی لازوال نعمتوں کا تذکرہ پڑھے تو مسرت سے جھوم اٹھیے

(ب) جب خدا کے غیظ و غضب اور جہنم کی ہولناکیوں کا تذکرہ پڑھے تو بدن کانپنے لگے۔

(ج) آنکھیں بے اختیار بہہ پڑیں اور دل توبہ و ندامت کی کیفیت سے رونے لگے اور اللہ کی پناہ مانگنے لگے

(د) جب صالحین کی کامرانیوں کا ذکر پڑھیں تو چہرہ خوشی سے دمکنے لگے۔

(ہ) جب قوموں کی تباہی کا حال پڑھیں تو چہرہ غم سے نڈھال نظر آئے۔

(و) جب وعید و خوف کی آیات آئیں تو جسم لرزنے لگے۔

(ز) بشارت کی آیات پڑھ کر روح شکر کے جذبات سے سرشار ہو جائے۔

(ح) آیات تسبیح آئے تو تسبیح و تکبیر کہیئے۔

(ط) آیات استغفار آئے تو استغفار کرے۔

(ی) جب امید و توقع کی آیات آئیں تو اللہ کے حضور دست دعا دراز کر کے دعا مانگیں۔

(۳۹) قرآن کو سمجھنے کے لیے صرف اپنی فہم و دانش پر بھروسہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید پر اعتماد کیجئے اور ہمیشہ کی رہنمائی اور دستگیری کے لیے التجا کرتے رہیئے۔

(۴۰) تلاوت کے ساتھ ساتھ علوم قرآنیہ پر خود بھی دسترس اور مہارت پیدا کیجئے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیجئے۔

(۴۱) تلاوت قرآن مجید کرنے کا معاوضہ لینے اور دینے کا تو خیال بھی اپنے دل میں نہ پیدا ہونے دیجئے۔

(۴۲) جتنے دنوں میں قرآن شریف ختم کرنا مقصود ہو اس حساب سے قرآن کو منزلوں اور حصوں میں تقسیم کر کے تلاوت کیجئے۔

(۴۳) تلاوت قرآن مجید سے فارغ ہونے کے بعد اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں اور بے عملیوں پر کثرت سے استغفار کیجئے۔

(۴۴) تلاوت کے بعد خصوصی دعا بھی فرمایئے۔

اے ہمارے پیارے اللہ (عزوجل) ہمیں قرآن عظیم کی تلاوت کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہی ہے آرزو تعلیم قرآن عام ہو جائے
ہر ایک پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے۔

صلح حدیبیہ

واقعات و پس منظر

مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر مسلمان مکہ چھوڑ کر اڑھائی تین سو میل دور مدینہ طیبہ میں جا کر آباد ہوئے یہاں بھی کفار نے انہیں آرام کا سانس نہ لینے دیا۔ اکا دکا جھڑپوں کے علاوہ یکے بعد دیگرے بدر، احد اور خندق کی جنگیں ہوئیں۔ جنگ وجدل کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اہل مکہ نے مسلمانوں کے لئے مکہ کے دروازے بند کر دیئے۔ خانہ کعبہ کے طواف وزیارت کے لئے سرزمین عرب کا ہر شخص آسکتا تھا۔ لیکن مسلمانوں پر یہ قدغن تھی کہ وہ حرم شریف کی زیارت کا قصد نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ناروا اقدام کی متعدد مقامات پر مذمت کی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے: وما لھم ان لا یعذبھم اللہ وھم یصدون عن المسجد الحرام یعنی اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو کیوں عذاب نہ دے حالانکہ انہوں نے اہل ایمان کو مسجد حرام میں آنے سے روک دیا ہے۔

مدینہ طیبہ میں مہاجرین و انصار کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہر وقت بے چین رکھتا تھا۔ اپنی اس خواہش کا اظہار وہ بارگاہ رسالت میں بھی کرتے رہتے تھے۔ حضور انہیں صبر کی تلقین کے ساتھ ساتھ یقین دلاتے کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب یہ سب رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ اور تم بڑی آزادی سے حج وعمرہ کے ارکان ادا کرسکو گے۔

ایک روز نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ نوید جانفزاء سنائی کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہم سب امن وسلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر صحابہ کرامؓ کی خوشی کی حد نہ رہی، انہوں نے اللہ کریم کی حمد وشکر کے نعرے بلند کئے اور یہ خبر آن واحد میں سارے شہر میں پھیل گئی۔ صحابہ کرام یہ جانتے تھے کہ نبی کریم کا خواب عام خواب نہیں ہے بلکہ یہ وحی الٰہی ہے اور اس میں ہماری دیرینہ آرزو کے بر آنے کی بشارت دی گئی ہے۔ اتنا تو انہیں یقین تھا کہ ایسا ضرور ہوگا، لیکن کس طرح ہوگا اس کے بارے

میں مختلف وسوسے ان کو پریشان کرنے لگے۔ کیا قریش کے ساتھ جنگ ہوگی اور وہ انہیں شکست دے کر مسجد حرام میں داخل ہوں گے؟ کیا وہ زور بازو سے اہل مکہ کو شہر خالی کرنے پر مجبور کر دیں گے؟ کیا اہل مکہ خود بخود ان کے لیے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔ بہر حال سفر کی تیاریاں زور شور سے شروع ہو گئیں۔ مدینہ طیبہ سے باہر جو قبائل مسلمان ہو چکے تھے انہیں دعوت دی گئی۔ کہ وہ بھی اس سفر میں شریک ہوں۔

یکم ذیقعدہ کو حضور نبی کریم ﷺ کی قیادت میں عشاق کا یہ قافلہ سوئے حرم روانہ ہوا۔ اس کی تعداد چودہ اور پندرہ صد کے درمیان تھی۔ حضور ﷺ اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار تھے۔ ستر اونٹ قربانی کے لئے ساتھ تھے۔ ان کے گلوں میں قلادے ڈال دیئے گئے تھے۔ تاکہ پہچان ہو سکے یہ قربانی کے جانور ہیں۔ یہ قافلہ جب مدینہ طیبہ سے چھ سات میل دور ذوالحلیفہ نامہ گاؤں میں پہنچا تو سب نے عمرہ کا احرام باندھا۔ ان کے پاس ایک ایک تلوار تھی جو میان میں بند تھی۔ اس کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ تھا۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ کو اس سفر میں حضور ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

قریش کو جب نبی مکرم ﷺ کی روانگی کی اطلاع ملی تو ان کے دلوں میں وسوسوں اور اندیشوں کے طوفان امڈ آئے انہوں نے یہ خیال کیا کہ عمرہ محض بہانہ ہے۔ اصل مقصد مکہ پر قبضہ کرنا ہے۔ انہوں نے طے کر لیا کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو شہر میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

حضور ﷺ جب عسفان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے تقریباً دو دن کی مسافت پر واقع ہے تو بنی کعب قبیلہ کا ایک آدمی ملا۔ حضور نے اس سے قریش مکہ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ انہیں آپ کی روانگی کی خبر پہنچ گئی ہے۔ وہ مکہ سے نکل کر ذوطویٰ کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ انہوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ آپ کو مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے نیز انہوں نے آپ کی پیشقدمی کو روکنے کے لئے دو صد شہسواروں کا دستہ دے کر خالد بن ولید کو کراع الغمیم کی طرف بھیج دیا ہے۔ یہ بستی عسفان سے صرف آٹھ میل کے فاصلہ پر تھی۔

یہ سن کر حضور نے فرمایا صد حیف قریش کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے، کیا حرج تھا اگر وہ میرے درمیان اور دیگر عرب قبائل کے درمیان حائل نہ ہوتے اگر عرب

قبائل ہمارا خاتمہ کردیتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے ان پر غلبہ بخشتا تو وہ اپنی عددی کثرت کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاتے، اور اگر اس وقت بھی اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے تو پھر مجھ سے جنگ کرتے، اس وقت وہ طاقتور ہوتے، آخر حضور ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: قریش کیا سوچ رہے ہیں بخدا میں اس وقت تک اس دین کے لئے جہاد کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کردے یا میری زندگی ختم ہو جائے۔

حضور ﷺ نے جنگ وقتال سے بچنے کے لئے یہ مناسب سمجھا کہ اس مشہور راستہ کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کر کے مکہ پہنچیں حضور ﷺ نے پوچھا، تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو کسی غیر معروف راستہ سے ہمیں مکہ لے جائیں۔ ایک شخص نے حامی بھری، چنانچہ ایک نہایت ہی کٹھن اور دشوار گزار راستہ پر چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ یہ جگہ حرم شریف کی سرحد پر واقع ہے۔ اس طرح خالد کے گھوڑ سوار دستے سے ٹکراؤ ٹل گیا اور قریش کی یہ تدبیر ناکام ہوگئی کہ مسلمانوں کو راستہ میں الجھا دیا جائے۔

نبی مکرم ﷺ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو حضور ﷺ کی ناقہ قصوئ بیٹھ گئی۔ لوگوں نے خیال کیا کہ تھکاوٹ کی وجہ سے بیٹھ گئی ہے۔ نبی کریم نے فرمایا: انما حبسھا حابس الفیل عن مکۃ۔ اسے اس ذات نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو مکہ جانے سے روکا تھا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ یہیں فروکش ہو جاؤ۔ لوگوں نے عرض کی:۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تو پانی کی ایک بوند نہیں، سارے کنوئیں خشک پڑے ہیں، یہاں لشکر اسلام نے قیام کیا تو پانی کی نایابی کی وجہ سے بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حبیب کبریا نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالی اور صحابی کو حکم دیا کہ کسی کنوئیں میں اتر جائے اور یہ تیر اس میں گاڑ دے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ تیر گاڑنے کی دیر تھی کی پانی جوش مار کر ابلنا شروع ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کنواں پانی سے بھر گیا۔

قریش بضد تھے کہ وہ کسی قیمت پر حضور کو آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ حضور کی خواہش تھی کہ جنگ نہ ہونے پائے اور سارے معاملات حسن وخوبی سے طے پا جائیں۔ اسی اثناء میں بدیل بن ورقاء جو بنی خزاعہ قبیلہ کا سردار تھا۔ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں آیا اور حضور سے یہاں آمد کا مقصد

پوچھا۔ حضور نے اسے بتایا کہ ہم حج کے اردا ے سے نکلے ہیں۔ بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہمیں کشاں کشاں یہاں لے آیا ہے۔ جنگ کرنے کا ہمارا قطعاً کوئی اردہ نہیں اور نہ ہی ہم کسی بہانے سے مکہ پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ احرام کی دو چادریں ہمارے زیب تن ہیں۔ قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں کیا تم یہ باور کرسکتے ہو کہ ایک تلوار لے کر ہم تمہارے ساتھ اتنی مسافت طے کر کے لڑنے کے ارادے سے آئے ہیں۔ بدیل کو اطمینان ہو گیا، چنانچہ وہ اہل مکہ کے پاس گیا اور انہیں جا کر کہا کہ مسلمان صرف کعبہ کی زیارت اور طواف کے لئے آئے ہیں۔ جنگ کرنے کا ان کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں، تم ان کا راستہ نہ روکو۔ قریش نے اسے ڈانٹ دیا اور صاف کہا کہ تم بدو لوگ ان باریکیوں کو نہیں سمجھتے ہم کسی قیمت پر مسلمان کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

چند قبائل جنہیں احابیش کہا جاتا تھا مکہ کے نواح میں آباد تھے۔ قریش کے ساتھ ان کو دوستانہ معاہدہ تھا۔ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اہل مکہ کو ان کی بڑی ضرورت تھی۔ یہ لوگ بلا کے تیر انداز اور جنگجو تھے۔ اہل مکہ نے ان کے سردار حلیس بن علقمہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ مجبور کرے کہ حضور واپس چلے جائیں۔ ان کا خیال تھا کہ اگر حضور نے اس کی بات نہ مانی تو وہ برافروختہ ہو کر مسلمانوں کے خلاف اپنی پوری قوت استعمال کرے گا، حضور نے جب اسے اپنی لشکر گاہ کی طرف آتے دیکھا تو وہ بہت متاثر ہوا، حضور سے گفتگو کئے بغیر قریش کے پاس واپس آگیا۔ اور جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کر دیا اور انہیں یقین دلایا کہ مسلمان نہ جنگ کرنیکی غرض سے آئے ہیں۔ اور نہ مکہ پر قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔ اس کی بات سن کر قریش کے غیظ وغضب کی حد نہ رہی۔ اسے کہا او بدو بیٹھ جا تمہیں ان چیزوں کا کیا علم ہے۔ حلیس غصہ سے بے قابو ہو گیا اور انہیں کہا کہ ہم نے تمہارے ساتھ اس لئے دوستی نہیں کی کہ زائرین کعبہ کا راستہ روکنے کے لئے تمہاری امداد کریں۔

اگر تم اپنی ضد سے باز نہ آئے تو میں اپنے قبیلہ کے لوگوں کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ قریش اس کی منت سماجت کرنے لگے کہ ذرا صبر سے کام لو، ہمیں سوچنے کا موقع دو۔ اس کے بعد اہل مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو کہا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جا کر گفتگو کرے اور انہیں واپس چلے جانے پر آمادہ کرے۔ اپنے پہلے سفیروں کے ساتھ انہوں نے جو برتاؤ کیا تھا۔ وہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس نے معذرت

کرتے ہوئے کہا کہ تم میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو گے اسلئے میں یہ خدمت انجام دینے سے قاصر ہوں۔قریش نے اسے یقین دلایا کہ اس کی شخصیت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

اس کی دانائی اور فراست پر انہیں کلی اعتماد ہے، چنانچہ وہاں سے روانہ ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور بڑی سلیقہ مندی سے گفتگو کا آغاز کیا کہنے لگا مگر آپ کی قوم کا مرکز ہے اگر آپ ان آوارہ منش لوگوں کی فوج اکٹھی کر کے اس پر حملہ کر کے اسکو ویران کر دیں گے۔اور یہاں کے باشندوں میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیں گے۔تو یہ داغ پھر کبھی نہیں مٹے گا اور اگر جنگ کی نوبت آئی، تو آپ کے یہ ساتھی آپ کو تنہا چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ جائیں گے، حضرت صدیق اکبرؓ اس کی یہ گفتگو سن رہے تھے۔جب اس نے یہ آخری بات کہی تو آپ کو یارائے ضبط نہ رہا اور کڑک کر فرمایا اولات کے غلیظ چیتھڑے کو چومنے والے تم نے کیا کہا کیا ہم حضور ﷺ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے؟ عروہ نے یہ سنا تو ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔

عرب کے دستور کے مطابق عروہ اثنائے گفتگو کبھی کبھی اپنے ہاتھ سے سرور عالم ﷺ کی ریش مبارک کو چھو لیتا۔حضرت مغیرہ جو پاس کھڑے تھے اس کے ہاتھ کو سختی سے جھٹک دیتے۔اگر چہ آپ عروہ کے ممنون احسان تھے کہ اس نے ان کی طرف سے تیرہ آدمیوں کا خون بہا ادا کیا تھا، جو ان سے قبل از اسلام قتل ہوئے تھے۔عروہ نے حضور ﷺ سے تبادلہ خیال کیا، اسے یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ کا مقصد نہ اہل مکہ سے جنگ کرنا ہے اور نہ مکہ پر قبضہ کرنا ہے بلکہ حضور اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ حج بیت اللہ کی غرض سے یہاں آئے ہیں، چنانچہ اسلامی کیمپ میں کچھ وقت گزارنے کے بعد جب وہ واپس گیا تو اس نے اہل مکہ کو اپنے مشاہدات کے نتیجہ سے آگاہ کیا اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ مسلمانوں کی مزاحمت کا ارادہ ترک کر دیں۔انہیں حج وزیارت بیت اللہ سے نہ روکیں۔وہ چند دن یہاں ٹھہر کر واپس مدینہ چلے جائیں گے۔اس نے انہیں یہ بھی بتایا کہ وہ قیصر وکسریٰ اور کئی دوسرے بادشاہوں کے درباروں میں گیا لیکن جاں نثاری اور عقیدت کے جو جذبات اس نے غلامان محمد ﷺ کے دلوں میں موجزن دیکھے ہیں ان کی نظیر اسے کہیں بھی نظر نہیں آئی۔وہ اگر تھوکتے ہیں تو لعاب دہن کو تبرک سمجھ کر ہاتھوں پر لے لیتے ہیں۔اگر وہ وضو فرماتے ہیں تو وضو کے پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ آگے بڑھ کر اس کو اپنے چہروں اور

اپنے سینوں پر مل لیتے ہیں۔اگر کوئی کام کا اشارہ کرتے ہیں تو حکم بجا لانے میں سب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے تاب ہو جاتے ہیں۔میں نے اطاعت کیشی، جان نثاری، خلوص اور محبت کے یہ دلکش مناظر کسی شاہی دربار میں نہیں دیکھے۔اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ مشکل وقت میں مسلمان اپنے نبی کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔میں نے حقیقت حال سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ اب جو تم مناسب سمجھو! کرو۔قریش نے مسلمانوں کے خلاف جو روش اختیار کر رکھی تھی۔انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ جزیرہ عرب کے طول وعرض میں اس کا ردعمل ان کا خلاف ہوگا۔لوگ یہ سمجھنے لگیں گے کہ قریش کعبہ کے خادم نہیں ہیں بلکہ مالک ہیں، انہیں یہ اختیار ہے کہ جس کو چاہیں وہاں آنے دیں اور جس کو چاہیں وہاں آنے سے روک دیں۔قریش کی کوشش تھی کہ اہل مکہ کے اذہان میں ان کے متعلق یہ تاثر پیدا نہیں ہو یہی وجہ تھی جس کے باعث وہ مسلمانوں پر برحملہ کرنے سے گریزاں تھے۔ان کی یہ خواہش تھی کہ ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ مسلمان مشتعل ہو کر جنگ کا آغاز کریں، چنانچہ انہوں نے بار بار ایسی حرکتیں کیں جس سے جنگ کے شعلے بھڑک سکتے تھے۔ایک دفعہ رات کی تاریکی میں ان کے چالیس پچاس آدمی اسلامی کیمپ میں گھس آئے اور مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔مسلمانوں نے صبر وضبط سے کام لے کر جنگ کو پھیلنے نہیں دیا۔بلکہ ان سب کو گرفتار کر کے خدمت اقدس میں پیش کیا۔رحمت عالم ﷺ نے کسی سے انتقام نہیں لیا بلکہ سب کو آزاد کر دیا۔اس طرح قریش کی اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ایک روز مسلمان صبح کی نماز ادا کرنے میں مصروف تھے تنعیم (یہ مکہ کے قریب حرم کی حدود سے باہر ایک مقام ہے۔مکہ کے لوگ بالعموم عمرہ کرنے کی خاطر اسی مقام پر جا کر احرام باندھتے ہیں اور پھر واپس آ کر عمرہ ادا کرتے ہیں) کی طرف سے 80 آدمیوں کے ایک دستہ نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔مسلمانوں نے ان سب کو بھی گرفتار کر لیا۔لیکن سرور عالم نے ان کے بھی عفو عام کا اعلان کر دیا۔یوں قریش کی دوسری سازش بھی ناکام بنا دی گئی۔

حالات کوئی فیصلہ کن صورت اختیار نہیں کر رہے تھے۔اہل مکہ نے جتنے سفیر بھیجے مسلمانوں کی حسن نیت کے بارے میں وہ خود تو مطمئن ہو کر آئے لیکن اہل مکہ کو مطمئن نہ کر سکے۔چنانچہ نبی مکرم ﷺ نے حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر اہل مکہ کی طرف بھیجا تا کہ یہ اپنی ذاتی وجاہت اور خاندانی اثر ورسوخ کے

باعث اہل مکہ کی غلط فہمیوں کو دور کر سکیں اور قریش کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مسلمانوں کو زیارت وطواف کعبہ سے نہ روکیں۔

آپ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے رخصت ہو کر مکہ گئے۔ روٗسا قریش سے ملاقات کی۔ صحیح صورتحال سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا اے عثمان! تمہیں کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت ہے۔ آپ نے جواب دیا: ماکنت لاطوف بالبیت ورسول اللہ لم یطف۔

ترجمہ: جب تک اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرے گا، میں طواف نہیں کروں گا۔

آپ نے انہیں بتایا کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں آئے ہم نے احرام باندھا ہوا ہے، قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں۔ اسلحہ ہمارے پاس نہیں، اگر ہمارا ارادہ مکہ پر قبضہ کرنے یا تم سے جنگ آزمائی کا ہوتا تو کیا ہم اس بے سروسامانی کی حالت میں یہاں آتے۔ آپ نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ ہم یہاں چند روز قیام کرنے کے بعد واپس چلے جائیں گے، لیکن وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں نہیں آنے دیں گے۔ آپ اس واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ اہل مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس روک لیا تاکہ بات چیت کا سلسلہ جاری رہے۔

اسی اثناء میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اعلان کر دیا کہ جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا گیا کہ وہ جان کی بازی لگا دینے کے لئے بیعت کریں۔ سرور دو عالم ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پروانوں کی طرح شوق شہادت سے سرشار بیعت کر رہے ہیں۔ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اپنے مرکز سے اڑھائی سو میل دور ہیں۔ ان کی تعداد صرف چودہ پندرہ سو ہے۔ جنگ کے لئے جس قسم کے اسلحہ اور ساز وسامان کی ضرورت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کا فقدان ہے۔ بادیہ نشین قبائل میں سے کوئی بھی ان کی مدد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ دشمن اپنے علاقہ میں ہے، وہ مکہ کے سارے جنگجوؤں کو میدان میں لا سکتا ہے۔ ضرورت کے

وقت دوست قبائل بھی ان کی کمک کو پہنچ سکتے ہیں۔ ان حالات کو سمجھتے ہوئے وہ عشق اور ایمان کے تقاضوں سے باخبر ہیں اور ان کو عمدگی سے پورا کرنے کی جرأت بھی رکھتے ہیں۔ نتائج سے بے نیاز ہو کر وہ اپنے ہادی ومرشد کے دست مبارک پر سر کٹانے اور جان دینے کی بیعت کر رہے ہیں۔ سرفروشی، جانثاری کا یہ روح پرور منظر چشم فلک پیر نے کب دیکھا ہوگا۔ ان پاکبازوں اور نیک نہاد عشاق کے جذبہ ایثار پر عالم بالا کے مکینوں کو بھی وجد آ گیا ہوگا۔ اسی حالت میں جبرائیل امین آئے اور خداوند کریم کا یہ پیغام سنا کر شمع جمال مصطفوی کے پروانوں کو یوں مژدہ جانفزا سنایا:

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔

ترجمہ: "بے شک راضی ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ مومنین سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کے دست حق پرست پر سر دھڑ کی بازی لگا دینے کی بیعت کر رہے تھے۔"

یہ بیعت، تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے آج بھی اس کے تذکرہ سے ایمان کو جلا اور عشق کو نئی توانائیاں نصیب ہوتی ہیں۔

اس بیعت کی اطلاع جب اہل مکہ کو ملی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ جس ہٹ دھرمی کا وہ اب تک مظاہرہ کرتے رہے تھے، اس کی تندی کافور ہو گئی۔ انہوں نے صلح کی بات چیت کرنے کے لئے سہیل بن عمرو کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔

گفت وشنید کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ آخر کار ایک معاہدہ صلح طے پایا جس کی اہم شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ فریقین دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے۔ اور کوئی فریق خفیہ یا اعلانیہ ایسی حرکت نہ کرے گا جو امن وآشتی کو درہم برہم کر دے۔

۲۔ اس عرصہ میں اگر کوئی قریشی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مکہ سے بھاگ کر حضور کے پاس چلا جائے گا تو حضور اسے واپس کر دیں گے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے دین سے مرتد ہو کر چلا جائے گا تو اہل مکہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

۳۔ عرب کے بادیہ نشین قبائل آزاد ہیں۔ مسلمانوں یا کفار جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ

کر سکتے ہیں۔

۴۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کئے بغیر امسال واپس چلے جائیں گے۔ البتہ آئندہ سال آ کر وہ عمرہ ادا کر سکیں گے۔ انہیں تین دن تک مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی۔ تلوار کے سوا ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہوگا اور تلوار بھی میان میں رہے گی۔

۵۔ اہل مکہ ان تین دنوں میں مکہ سے باہر چلے جائیں گے لیکن مسلمان جب واپس جائیں گے تو مکہ کے کسی شخص کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔

مسلمانوں نے معاہدہ کی جب سے یہ شرائط سنیں تو ان پر رنج واندہ کا گویا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کی غیرت ایمانی یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ حق وصداقت کے علمبردار ہوتے ہوئے وہ باطل سے دب کر صلح کریں، راہ حق میں جان دے دینا اور سر کٹا دینا انہیں ہرگز گریزاں نہ تھا، لیکن یہ بات ان کے لئے ناقابل برداشت تھی کہ کفار من مانی شرائط پر ان سے صلح کرلیں۔ ہر شخص رنجیدہ خاطر تھا۔ ہر دل میں بے چینی اور بے قراری تھی۔ حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا بالغ النظر بھی مضطربانہ حالت میں اپنے قلبی اضطراب کا اظہار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ایک اللہ تعالیٰ کا نبی تھا۔ جس کی نگاہ نبوت ان خوش آئند نتائج اور عواقب کو دیکھ رہی تھی جو مستقبل قریب میں اس معاہدہ پر مرتب ہونے والے تھے، اور ایک اس کے یار غار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت تھی جس کے دل میں اطمینان اور سکون تھا اسے یقین تھا کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کرتا ہے اپنے رب کے حکم سے کرتا ہے اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں بندوں کی بھلائی اور سرفرازی ہے۔

ابھی معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ کفار کے نمائندے سہیل بن عمرو کا لڑکا ابو جندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور جسے زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تھا زنجیروں کو گھسیٹتا ہوا حدیبیہ کے میدان میں پہنچ گیا اور دادرسی کے لئے فریاد کی۔ حضور نے فرمایا ہم معاہدہ کر چکے ہیں اب معاہدہ کو نہیں توڑ سکتے، تم صبر کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری خلاصی کی کوئی صورت پیدا فرما دے گا۔ اس چیز نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زخمی جذبات پر نمک پاشی کا کام کیا، لیکن کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی، حضور ﷺ نے وہیں احرام کھول دیئے اور جانوروں کو ذبح کر دیا۔ حضور ﷺ کے سارے ساتھیوں نے اپنے آقا کے عمل کی اقتداء کرتے ہوئے احرام کھول دیئے اور

اپنے جانوروں کو ذبح کر دیا۔ اور یہیں سے یہ پیکران تسلیم ورضا مراجعت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے۔ راستہ میں جب ضجنان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے پچیس میل کے فاصلہ پر ہے (یا بقول بعض کراع الغمیم کے مقام پر پہنچے) یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی جس کی پہلی آیت: انا فتحنا لک فتحا مبینا نے اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ جس صلح سے تم کبیدہ خاطر ہو، جن شرائط کے باعث تمہارے دل غمزدہ ہو گئے ہیں، یہ حقیقت میں فتح مبین ہے۔ چنانچہ چند سال میں ہی جب اس معاہدہ میں مضمر برکات کا ظہور ہوا تو ہر ایک کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی یہ صلح اسلام کے لئے اور ہادی اسلام کے مشن کی تکمیل اور امت مسلمہ کے لئے ایک عظیم الشان فتح ہی تھی۔ کفار نے ان شرائط کو مان کر مسلمانوں کی آزاد حیثیت کو گویا تسلیم کر لیا تھا۔ وہ اب اپنی قوم کے بہکے ہوئے چند افراد کی ٹولی نہیں تھے، بلکہ ایک آزاد قوم تھے، جن کی آزاد مملکت تھی، جس کے اپنے مساویانہ حقوق تھے، اور وہ لوگ جو اس کی حیثیت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے بھی آج اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا۔ نیز صلح ہو جانے کے بعد مکہ اور مدینہ کے درمیان حالت جنگ کی کیفیت اختتام پذیر ہو گئی۔ آنے جانے پر پابندیاں اٹھ گئی تھیں، چنانچہ تبلیغ اسلام کا کام اس زور وشور سے ہوا اور ایسی کامیابیاں حاصل ہوئیں کہ گزشتہ انیس سال کی جدوجہد ایک طرف اور صلح کے بعد دو سال کی جدوجہد ایک طرف۔ قبائل کے قبائل فوج در فوج مدینہ طیبہ کا رخ کر رہے تھے، اور حضور کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر رہے تھے۔

اس سفر میں حضور کے ہمراہیوں کی تعداد چودہ سو کے قریب تھی اور دو سال بعد جب فتح مکہ کے لئے حضور روانہ ہوئے تو دس ہزار کا لشکر جرار ہمراہ تھا۔

نیز امن قائم ہو جانے کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ موقع مل گیا کہ جو علاقے اسلام کے زیر نگیں ہو چکے ہیں ان میں اسلامی حکومت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا جائے اور اسلامی قانون کے نفاذ سے مسلم معاشرہ کو ایک نئی تہذیب اور تمدن کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔

اس صلح کا یہ فائدہ بھی کچھ کم اہم نہیں کہ قریش کی جانب سے جب اطمینان ہوا تو حضور ﷺ نے شمالی عرب اور وسط عرب کی مخالف طاقتوں کو مسخر کرنے کے لئے ان کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ صلح حدیبیہ کے تین ماہ بعد یہودیوں کے اہم مراکز خیبر، فدک، وادی القریٰ، تیمہ اور تبوک پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ اور وسط عرب میں پھیلے ہوئے بادیہ نشین قبائل جو پہلے قریش کے حلیف تھے، ایک ایک کر کے

حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے یا حضور کی اطاعت قبول کر لی۔

صلح نامہ کی جو شرط مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ پریشانی کا باعث بنی تھی۔ وہ شرط تھی جس کی رو سے اگر اہل مکہ کا کوئی آدمی اگر بھاگ کر مدینہ طیبہ میں چلا تا جاتا تو اس کو واپس کرنا ضروری تھا۔ اس کے برعکس اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی بھاگ کر مکہ چلا جائے تو مسلمان اسے واپس نہیں لے سکتے تھے۔ لیکن قلیل عرصہ کے بعد خود اہل مکہ کی درخواست پر یہ شرط معاہدہ سے خارج کر دی گئی۔ ہوا یوں کہ ابو بصیر جو اسلام لا چکا تھا اور جسے اہل مکہ نے اس جرم کی پاداش میں قید کر دیا تھا۔ قید سے بھاگ نکلا اور مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ کفار نے اسے واپس لانے کے لئے آدمی بھیجے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے معاہدہ کا احترام کرتے ہوئے اسے واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ راستہ میں وہ پھر ان لوگوں کے قبضہ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا، اور بحر احمر کے ساحل پر اس جگہ ڈیرا لگا لیا جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ جب دوسرے مسلمانوں کو پتہ چلا جو مکہ میں قید و بند کی سختیاں جھیل رہے تھے۔ تو وہ قید سے جان چھڑا کر ابو بصیر کے پاس جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ستر آدمی وہاں جمع ہو گئے۔ قریش کا جو قافلہ ادھر سے گزرتا وہ اسے لوٹ لیتے۔ اور اکا دکا جو کافر ملتا اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ اس صورت حال میں اہم مکہ بہت پریشان ہو گئے، چنانچہ انہوں نے اپنا ایک وفد مدینہ طیبہ بھیجا اور یہ درخواست کی کی ابو بصیر اور ان کے ساتھیوں کو اپنے پاس مدینہ بلا لیں اور اس شرط کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس طرح انا فتحنا لک مبینا کی عملی تصویر اپنوں اور بیگانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

oooooooooooooooooooooooo

دس غلام آزاد کرنے کا ثواب

حضرت محمد بن عبداللہ، براء بن عازِب کے غلام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ بَراء سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جو شخص مجھ پر دُرُود پڑھتا ہے اُس کے نامۂ اَعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اِس کی بَدولت اُس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور اُس کے دس دَرَجات بُلند ہوتے ہیں اور دس نیکیاں اُس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ملتی ہیں۔

عقل کامل اور سیدھا راستہ

عقل ناقص، بیمار کو۔ طبیب و حکیم اور ڈاکٹر تک تو لے جا سکتی ہے۔ لیکن مرض کا علاج نہیں بتا سکتی۔ عقل ناقص بچے کو مدرسہ و مکتب تک لے جا سکتی ہے۔ تعلیم نہیں دے سکتی۔ یہ روشنی اس کے نصیب نہیں عقل کامل ہی کے نصیب میں ہے۔ اس دنیاوی عقل سے انسان خردمند نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس عقل کی دوڑ قبر کے گڑھے تک ہے اس کے بعد کے احوال کا ادراک اس کے بس میں سے باہر ہے۔ وہ صرف انبیاء اولیاء کا حصہ ہے۔ ان کو یہ عقل عطیہ خداوندی کی صورت میں ملتی ہے۔ اس عقل سے وہ قیامت کے احوال جان لیتے ہیں۔

اگر انسان، عقلی، علمی یا کسی بڑائی کے وسیلے سے "نور معرفت" حاصل کرنے کے قابل ہوتا۔ تو رسولوں کی بعثت کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت ورقہ بن نوفل اور اس قبیل کے بیسیوں لوگ حق کی تلاش میں پھرتے رہے۔ صحراؤں کی خاک چھانتے رہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آتش کدے کو چھوڑ کر صدیوں پھرتے رہے۔ منزل مقصود، انسان کی عقل سے نہ مل سکا۔ آخر عطیہ خداوندی کے طور پر ملنے والے عقل سلیم کے مالک۔ ﷺ۔ کے قدموں میں سر نیاز رکھتے۔ دست بوسی کرتے۔ ہدیہ پیش کرنے سے۔ منزل مقصود خود سامنے آنے لگی۔ بلکہ اُن کے قدموں میں آ گئی۔

عقل انسانی۔ بجلی کی کوند کی طرح چمکتی ضرور ہے لیکن راستہ نہیں دکھا سکتی۔ وہ تو صرف بادل کو حکم دیتی ہے۔ کہ آنسو بہاؤ۔ اور خوب بہاؤ۔

کہ تیرے آنسو بہانے سے مردہ زمین زندہ ہو جائے گی۔ کھیتوں کے دامن درختوں۔ پودوں۔ پھولوں اور پھلوں سے بھر جائیں گے۔

عقل انسانی اگر سلیم الفطرت ہے تو اس کا کام بھی صرف اتنا ہے۔ کہ انسان عشق الٰہی میں روئے۔ اور خوب روئے۔ کہ رونے سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔ آگے کی تمام منزلیں۔ تمام راہیں۔ اور ان کے ثمرات عطاء خداوندی کی راہیں ہیں۔

دروازہ پر کنڈی کھڑکانا۔ عقل انسانی کا کام ہے۔ گھر کے اسرار ورموز سے واقف کرانا۔ کنڈی کھول کر اندر جانے والے۔ اور گھر والے کا کام ہے۔ گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے والے۔ سر سلامت لے کر نہیں نکلتے۔ گھر والے کی اجازت ہی نہیں۔ گھر والے سے محبت وچاہت۔ لگن۔ تعلق اور وابستگی کی کیفیت خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ گھر میں داخل ہونے والے اجنبی کو بھی راز نہیں بتائے جاتے۔

باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا کلائی پر بیٹھنے کے باوجود۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی ہے۔ جب اس کا میلان طبع دوسرے ہمعصر بازوں سے کٹ کر مالک کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی جاتی ہے۔

حضرت انسان کا بھی گھر راستہ معلوم ہونے۔ اور گھر میں داخل ہونے کے باوجود اگر تعلق غیروں سے رہے گا۔ تو اس کی آنکھوں سے پٹی نہیں اترے گی۔ غیروں سے کٹ کر۔ گھر والے سے وابستہ ہونے کا ثبوت دے۔ تو آنکھوں سے پٹی اتر جائے گی۔ اور گھر کے راز بھی دکھائے جائیں گے۔

راستے کی تنگی سے گھبراؤ نہیں۔ واپسی اس راستے سے ہوگی۔ ثم الیہ ترجعون۔ تنگ راستے کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے۔ کہ جلد بھول جاتا ہے تو نے یہ راستہ بھولنا نہیں۔ ہر وقت اس کی طلب وچاہت تیرے دل اور زبان پر رہنی چاہئے۔ اھد نا الصراط المستقیم۔ کی صدائیں لگاتے ہی رہنا چاہئے۔

سمندر میں غوطہ خور کے ساتھ چلتے چلتے کوئی گھونگا نظر آ جائے۔ تو اس کو ہیرا موتی اور لعل سمجھ کر بیٹھنے والے کی کم ظرفی دیکھو۔ کہ اسی کو سب کچھ سمجھنے لگا۔ شیطان کو فاخرج انک من الصغرین۔ کہہ کر اس لیے نکال دیا گیا تھا۔ کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہیں بننا چاہئے۔

انسان خواب میں۔ ان دیکھے اور اجنبی راستوں پر بھی چلتا رہتا ہے۔ خوابوں کی دنیا میں دکھائی دینے والے راستے لاکھ سیدے ہوں۔ ان پر ساری عمر چلتے رہیں۔ تو منزل پر نہیں پہنچ پائیں گے۔ کہ وہ راستے خوابوں کی دنیا کے ہیں۔ حقیقت کے نہیں۔ دنیا بھی ایک خواب ہے۔ اس خواب میں انسانی عقل سے دکھائی دینے والے راستوں کا بھی وہی نتیجہ ہے۔ عقل کامل کا ساتھ۔ یہی دونوں چیزیں۔ منزلوں سے ہمکنار کرتی ہیں۔

لیلیٰ کے عاشق کے سامنے۔ اس ساری کائنات کا کوئی مقام نہیں۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ

کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ مالک حقیقی کے عاشق کی چاہت۔ طلب اور تڑپ کا کیا عالم ہوگا۔

عقل انسانی ہی عقل کامل بننے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اولیاء انسانوں سے پیدا کئے ہیں۔ احکامات الٰہی انسانوں پر نازل ہوئے۔ پتھروں پر نہیں۔ اس نے حکم انسانوں کو دیا ہے۔ درختوں کو نہیں۔ عقل انسانی اگر عقل کامل تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو صراط مستقیم بھی مل جائے گی۔ اور اگر عقل کامل تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔ تو وہ عقل انسانی نہیں۔ حیوانی ہے۔ ایسے انسان حیوان نہیں۔ بل ھم اضل۔ بلکہ وہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ حیوان اگر کسی انسان کے کھونٹے بندھا ہوا ہو۔ یا احساس ہو جائے۔ کہ کوئی میرا مالک ہے۔ تو وہ راستہ چلتے چلتے۔ سارے راستے چھوڑ چھاڑ۔ اپنے مالک کے راستے پر چلتا ہے۔ عقل انسانی کی آنکھ۔ ظاہر چیز کو دیکھنے میں بھی دھوکا کھا جاتی ہے۔ دیکھ بھال کر سواد کیا۔ پھر بھی دھوکا کھا گئے۔ مازاغ البصر والی آنکھ باطن اور غیب الغیوب کو دیکھتے ہوئے بھی نہ کج ہوتی اور نہ سرکش۔ اس آنکھ نے ہمیشہ حق ہی دیکھا۔ اور حق ہی کو دیکھا۔

تو جو عقل ہزار احتیاط کے باوجود خطا سے خالی نہ ہو۔ اس عقل کو اس عقل کامل کے قدموں میں ڈھیر کر دو۔ جس کو خطا نہیں جس کو فلا تنسی۔ کا خطاب زیب دیتا ہے۔ کہ آپ بھولیں گے بھی نہیں۔ یہ صراط مستقیم ہے۔

جب پڑھی اھدانا الصراط تو آئی یہ صدا
طیبہ کے رخ چلو یہی راہ مستقیم ہے

ہزاروں کلمات کے بدلے صرف ایک کلمہ

حضرت صَفِیَّہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اُس وَقت میرے پاس چار ہزار گٹھلیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میں اُن سے تسبیح شُمار کر رہی تھی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یقیناً تم نے اِن سے تسبیح پڑھی ہے، کیا میں تُمہیں اَیسے کلمات نہ بتاؤں جن کے ذَریعے اِس سے زیادہ تسبیح پڑھ سکو؟ فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا، ہاں کیوں نہیں۔ حُضُور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہو!

سُبحانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلقِہٖ ترجمہ: اللہ کی پاکی مخلوق کی گنتی کے برابر۔

قربانی کے فضائل ومسائل

استاذ العلماء محمد انور مگھالوی بھیرہ شریف

قربانی کے فضائل کے بارے میں بے شمار احادیث مروی ہیں۔تمام کا احاطہ تو ممکن نہیں صرف چند احادیث بطور تبرک پیش کر رہا ہوں۔تاکہ اس کی حیثیت اور رتبہ ذہنوں میں راسخ ہو جائے اور قربانی دینے والے تمام تر شکوک وشبہات سے بالاتر ہو کر اور ہر قسم کے وہم وگمان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہوئے خالصتاً رب کریم کی خوشنودی کے حصول کیلئے اور اسی بارگاہ سے اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے اپنا جانور قربانی کریں۔تو آیئے اپنے آقا رسول ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمایئے۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقمؓ روایت فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہے۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔پھر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ان میں ہمارے لئے کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اون کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہوگی۔حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

حضرت امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی دینے والے کے لئے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ اپنی قربانی کی جانب اٹھو اور اس کے پاس حاضر ہو۔بے شک اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے کے ساتھ ہی تمہارے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔تو آپ نے عرض کی کیا یہ اہم اہل بیت کے ساتھ خاص ہے یا ہمارے لئے بھی ہے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہمارے لئے بھی ہے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! قربانی کرو اور ان کے خون کے بدلے اجر وثواب کا ارادہ کرو۔بیشک خون جونہی زمین پر گرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر بن مسلم لیثی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن میتب کو یہ کہتے سنا ہے

میں نے حضرت ام مسلمہؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔وہ آدمی جو اپنا جانور ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔جب وہ ذوالحج شریف کا چاند دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے کوئی چیز بھی نہ کاٹے۔یہاں تک کہ وہ قربانی کر لے۔

حضرت حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔جس کسی نے اپنی قربانی سے اجر وثواب کی نیت کرتے ہوئے خوش دلی سے قربانی دی تو وہ اس کے لئے آگ سے حجاب ہو جائے گا۔

مسائل قربانی کا بیان:

نیت ذبح کرنے سے قبل ان الفاظ سے نیت کرنی چاہیے۔

ذبح سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

اور اگر قربانی کسی دوسرے آدمی کی طرف سے ہو تو پھر مذکورہ الفاظ میں منی کی جگہ حق فلان (فلان کی جگہ اس کا نام) کہہ کر دعا کریں۔

وجوب کی بنیادی شرائط: قربانی کے وجوب کے لئے بنیادی طور پر چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ (i) آزاد ہونا (ii) مسلمان ہونا (iii) مقیم ہونا (iv) خوشحال ہونا

مذکورہ شرائط کا قربانی کے مکمل وقت کو محیط ہونا ضروری نہیں بلکہ وقت کے کسی حصہ میں ان شرائط کا پایا جانا قربانی کے وجوب کے لئے کافی ہے۔مثلاً ایک شخص قربانی کے پہلے دن کافر تھا اور دوسرے دن مسلمان ہو گیا۔مسافر تھا مقیم ہو گیا۔تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی۔بشرطیکہ دیگر شرائط پائی جائیں (عالمگیر)۔

اگر آدمی کے پاس نصاب موجود ہو۔مگر اس کے ذمہ لوگوں کا اتنا قرض واجب الادا ہو کہ ادا کرنے سے نصاب باقی نہ رہے یا اسکے پاس نصاب کا کچھ حصہ موجود ہو اور باقی لوگوں کو بطور قرض دے رکھا ہو۔لیکن قربانی کے ایام گزرنے تک وہ واپس نہ ملے تو ہر دو صورت میں قربانی واجب نہیں ہوگی (عالمگیر)۔

اگر آدمی پہلے صاحب نصاب ہو مگر قربانی کا دن آنے تک وہ باقی نہ رہا۔بلکہ اس کا سامان چوری ہونے یا جل جانے یا کسی اور وجہ سے نقصان ہونے کے سبب نصاب سے کم ہو گیا تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔(الجوہرۃ النیرۃ)

صاحب نصاب نے قربانی کا جانور خرید رکھا تھا مگر قربانی کا دن آنے سے پہلے قبل وہ گم ہو گیا اور ساتھ ہی وہ شخص نصاب کا مالک بھی نہ رہا تو اب اس پر نیا جانور خرید کر قربانی دینا لازم نہیں بلکہ اگر وہ جانور مل بھی جائے مگر اس کے باوجود وہ صاحب نصاب باقی نہ رہے تو اس پر یہ قربانی واجب نہیں ہوگی۔ (عالمگیر)

قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے لہذا اگر کسی نے قربانی کی جگہ زندہ جانور یا اس کی جگہ اسکی کی قیمت صدقہ کر دی تو یہ جائز نہیں۔ واجب ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔

وہ مقامات جہاں عید کی نماز ادا کی جاتی ہے چاہئے وہ شہر ہوں یا دیہات۔ ان میں عید کی نماز ادا ہونے کے بعد ہی قربانی ہو سکتی ہے۔ عید کی نماز سے قبل قربانی کرنا جائز نہیں ہے اور جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں طلوع آفتاب کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔ (ہدایہ۔ عالمگیر)۔

ﮩ ﮩ

صفحہ 48 کا بقیہ) روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ حالانکہ شیخ محقق نے تصریح کی ہے کہ ‏ ایں سخن اصلے ندارو روایت بداں صیحح نشدہ

اس بات کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور اس کی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

علاوہ ازیں شیخ نے یہ بات بطور حکایت نقل کی ہے روایت ہرگز نہیں کی، اہل سنت ہی شیخ محقق کے کا فرق ہے جیسے کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بریلی بدایوں، خیر آباد، اور رامپور کے علماء یعنی علما اہل سنت ہی شیخ محقق کے جانشین اور ان کے مسلک کے امین ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ چند اکابر ملت اسلامیہ کا ذکر کرنے کے بعد ان الفاظ میں شیخ محقق کا ذکر کرتے ہیں۔

شیخ شیوخ، محقق فقیہ، عارف نبیہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدسنا للہ تعالیٰ با سرا ھم و افا ض علینا من بر کاتھم و انوارھم۔

اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام، امام اہلسنت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کی تربیت انور پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کی اولاد امجاد اور تمام اہل سنت و جماعت کو ان کے علمی ورثے کی حفاظت اور اشاعت کی توفیق عطا فرمائے وران کی تصانیف مبارکہ کے ذریعے احناف کے باہمی اختلافات کا خاتمہ فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید الا نبیا والمرسلین صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ علھیم وسلم۔

شیخ الاسلام امام اہل سنت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ

عقائد

اہلسنت والجماعت کے عقائد کتب کلام مثلاً شرح عقائد تمہید ابو شکور سالمی المعتقد المنتقد اور تکمیل ایمان وغیرہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ دور حاضر میں آ خر کچھ مسائل کو نزاعی بنا دیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم اس امر کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں کہ شیخ محقق نے ان مسائل کے بارے میں کیا کہا ہے؟ اختصار کے پیش نظر صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

شیخ محقق کو حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گہری والہانہ عقیدت و محبت تھی جو ہر مسلمان کو ہونی چاہئے۔ مدینہ منورہ کے احترام کے پیش نظر وہاں ننگے پاؤں پھرتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو شیخ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ان کا قلم حدود شریعت میں رہتے ہوئے اپنی جولانیاں دکھاتا ہے۔

شیخ محقق نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک نعت پیش کی تھی اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ثنائش گو، ولے چوں نیست ایفائش نہ تو ممکن ‏ بایں یک بیت مدحش را علی الاجمال اکفا کن

مخواں او را خدا از بہر شرع و حفظ دیں ‏ وگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش انشا کن

خرابم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ ﷺ ‏ جمال خود نما رحمے بجان زار شیدا کن

جہاں تاریک شد از ظلم سیاہ کاراں ‏ بیا و عالمے را روشن از نور تجلے کن

نبی اکرم ﷺ کی نعت کہو، لیکن چونکہ تم اس کا حق ادا نہیں کر سکتے اس لیے یہ ایک شعر پڑھ کر آپ کی اجمالی تعریف پر اکتفا کرو۔

حکم شریعت اور دین کی حفاظت کے پیش نظر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نہ کہو اس کے علاوہ آپ کی تعریف میں جو وصف چاہو تحریر کر دو۔

یارسول اللہ ﷺ آپ کے جمال اقدس کے ہجر کے غم میں پریشان ہوں اپنا دیدار عطا فرمائیں اور محبِ صادق کی جان پر رحم فرمائیں۔

سیاہ کاروں کے ظلم سے دنیا تاریک ہوگئی ہے آپ تشریف لائیں اور نور تجلی سے جہاں کو روشن فرمائیں کہتے ہیں کہ جب شیخ تیسرے شعر پر پہنچے تو رقت طاری ہوگئی اور زار و قطار رونے لگے خود شیخ محقق کا بیان ہے کہ انہیں چار مرتبہ خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔

علم مصطفےٰ صلی تعالیٰ علیہ وسلم: حدیث شریف میں ہے فعلمت مافی السموات والارض۔ شیخ محقق اس کا ترجمہ اور شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

پس میں نے جان لیا وہ کچھ جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام جزئی اور کلی علوم اوران کا احاطہ حاصل ہوگیا۔

مدارج النبوۃ کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ ذات الٰہی کی تمام شانوں اللہ تعالیٰ کی صفات کے احکام افعال وآثار کے اسماء کے جاننے والے اور تمام ظاہر و باطن اور اول وآخر علوم کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہیں۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر پہلی دفعہ صور پھونکنے تک جو کچھ دنیا میں ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منکشف کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ اول سے آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہوگئے۔ آپ نے بعض احوال کی خبر صحابہ کرام کو بھی دی۔

ان تصریحات سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت شیخ محقق کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک کے تمام احوال اور ذات باری تعالیٰ کی شان اور صفات کا علم عطا فرمایا۔ اسی وسیع تر علم کو علم ماکان ومایکون کہا جاتا ہے۔

اختیار تصرف: مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: سل (مانگو) حضرت شیخ محقق نے اس کی شرح میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہء

اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدرت اور اختیارات بیان کرتے ہوئے سماں باندھ دیا ہے۔

مطلقاً فرمایا مانگو، کسی خاص مطلوب کی تخصیص نہیں فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہے جو چاہیں، جسے چاہیں، اپنے پروردگار کی اجازت سے دے دیں۔

فان من جودک الدنیا و ضرتها

و من علومک علم اللوح والقلم

دنیا وآخرت آپ کی بخشش کا حصہ ہیں۔ اور لوح وقلم کا ظلم آپ کے علوم کا بعض ہے۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا وہر چہ می خواہی تمنا کن

اگر تو دنیا وآخرت کی خیریت کی آرزو رکھتا ہے تو ان کے دربار میں آ اور جو چاہتا ہے آرزو کر۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

جن وانس کے تمام ملک اور ملکوت اور تمام جہان، اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تصرف سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احاطہء قدرت وتصرف میں تھے۔

حاضر وناظر: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روضہء مقدسہ میں تشریف فرما بعطاء الٰہی تمام جہان کا مشاہدہ فرمارہے ہیں۔ جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ اسی مطلب کو حاضر وناظر کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اس کے بعد اگر یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس کو ایسی حالت اور قدرت بخشی ہے کہ آپ جس جگہ چاہیں بعینہ اُس جسم مبارک کے ساتھ یا جسم مثالی کے ذریعے تشریف لے جائیں، خواہ آسمان پر یا زمین پر، اسی طرح قبر میں یا قبر کے علاوہ اس کا احتمال ہے، جب کہ ہر حال میں روضہ مبارک کے ساتھ خاص نسبت برقرار رہتی ہے۔

سلوک اقرب السبل میں فرماتے ہیں:

علمائے امت کے کثیر مذاہب اور اختلافات کے باوجود کسی ایک شخص کا اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تاویل اور مجاز کے شائبہ کے بغیر حقیقت حیات سے دائم وباقی

ہیں، اوراعمال امت پر حاضروناظر، طالبان حقیقت اور بارگاہ رسالت کی طرف متوجہ ہونے والوں کے لئے فیض رساں اور مربی ہیں۔ اس کے علاوہ مدارج النبوۃ، فارسی، ج ۱، س ۶۲۱ اور اشعۃ اللمعات فارسی، ج ۱، ص ۱۰۱۴ پر بھی یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔

جسم بے سایہ: مدراج النبوۃ، میں فرماتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑا تھا، کیونکہ زمین جائے کثافت ونجاست ہے، دھوپ میں بھی آپ کا سایہ نہیں دیکھا گیا، اسی طرح علماء نے بیان کیا ہے۔ تعجب ہے کہ ان بزرگوں نے چراغ کی روشنی میں سایہ نہیں ہونے کا ذکر نہ کیا۔۔۔۔۔۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عین نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

دیدارالٰہی: اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات، علماء ملت کے درمیان متفق علیہ ہے اور کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ وہ زندگی، شہداء اور فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کی زندگی سے کامل تر اور قوی تر ہے۔ ان کی زندگی معنوی اور اخروی ہے اور انبیاء کرام کی زندگی حسی اور دنیاوی ہے۔ اس بارے میں احادیث اور آثار واقع ہیں۔

جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

بعض مشائخ نے کہا کہ میں نے چار اولیاء کرام کو پایا کہ وہ قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح ظاہری حیات میں کرتے تھے یا اس سے زیادہ۔

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

انبیاء کرام حیات حقیقی دنیاوی سے زندہ ہیں اور اولیائے کرام حیات اخروی معنوی سے زندہ ہیں

سماع موتی: جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

تمام اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام اموات کے لئے جاننے اور سننے والے اوقات ثابت ہیں۔

زیارت قبور: تمام مومنوں کی قبروں اور ان کی روحوں کے درمیان ایک دائمی نسبت ہے جس کی بنا پر وہ زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور انہیں سلام کہتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام اوقات میں زیارت مستحب ہے۔

زیارت روضہء انور: جذب القلوب میں ہے:

حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت افضل سنتوں اور موءکد مستحبات میں سے ہے۔ اس پر علمائے دین کا قولی اور فعلی اجماع ہے۔

توسل اور استعانت: جذب القلوب میں فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگتے ہوئے کہا: تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور ان انبیاء کے طفیل جو مجھ سے پہلے ہوئے۔ اس حدیث سے وصال سے پہلے اور اس کے بعد دونوں حالتوں میں توسل ثابت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے وصال کے بعد، جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کے بعد توسل جائز ہے تو سید الانبیا علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام سے تو سید الانبیا علیہ وعلیہم الصلوۃ واسلام سے بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ بلکہ اس حدیث کی بنا پر بعد از وصال اولیاء کرام سے توسل کا قیاس کریں تو بعید نہ ہوگا۔ ہاں اگر حضور سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت پر دلیل قائم ہو جائے تو قیاس درست نہ ہوگا، مگر دلیل کہاں؟

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زندگی میں جس ہستی سے مدد طلب کی جاتی ہے ان کے وصال کے بعد بھی ان سے مدد طلب کی جائے گی۔

اشعۃ اللمعات فارسی جلد سوم میں تفصیلی گفتگو کے بعد فرماتے ہیں۔

منکرین کی خواہش کے برعکس اس جگہ کلام طویل ہو گیا۔ کیونکہ ہمارے زمانے کے قریب ایک فرقہ پیدا ہو گیا۔ جو اولیاء اللہ سے استمداد کا منکر ہے۔ اور ان کی طرف توجہ کرنے والوں کو مشرک اور بت پرست قرار دیتا ہے۔ اور جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتا ہے۔

شفاعت: ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اگر فاسقوں اور گنہگاروں نے دنیا میں اہل اطاعت وتقویٰ کی کوئی امداد اور خدمت کی ہوگی تو آخرت میں اس کا نتیجہ پائیں گے اور ان کی شفاعت اور امداد سے جنت میں جائیں گے۔

امام ابن ماجہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء، پھر علما پھر شہدا اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ان تین گروہوں کی شفاعت کی تخصیص ان کی فضیلت وکرامت کی زیادتی کی بنا پر ہے، ورنہ تمام اہل خیر مسلمانوں کیلئے شفاعت ثابت ہے۔ س سلسلے میں مشہور حدیثیں وارد ہیں۔ خواہ گناہوں کی بخشش کے لئے ہو یا درجات کی بلندی کے لئے۔ اور شفاعت کا انکار بدعت اور گمراہی ہے جیسے کہ خوارج اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے۔

محفل میلاد: ابولہب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولادت باسعادت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰنے اس کی بدولت اس کے عذاب میں تخفیف فرمادی اور سوموار کے دن اس سے عذاب اٹھالیا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ اس جگہ میلاد منانے والوں کے لیئے دلیل ہے۔ جو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی رات خوشی مناتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں۔ ابولہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن پاک میں نازل ہوئی اسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باکرامت پر خوشی منانے اور اپنی کنیز کا دودھ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے صرف کرنے پر جزا دی گئی۔ مسلمان جو محبت اور سرور سے مالا مال ہے اور اس سلسلے میں مال خرچ کرتا ہے اس کا کیا حال ہوگا؟ لیکن یہ ضروری ہے کہ عوام کی پیدا کردہ بدعتوں مثلاً گانے، حرام آلات کے استعمال اور منکرات سے خالی ہو، تا کہ طریقہ اتباع محرومیت کا سبب نہ ہو۔

ایصال ثواب: تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔

مردوں کے لئے زندوں کی دعاؤں اور بہ نیت ثواب صدقہ دینے میں اہل قبور کے لئے عظیم نفع ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں اور آثار وارد ہیں، نماز جنازہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ | ماہنامہ انوار خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے علاوہ اشعۃ اللمعات فارسی، ج ۱، ص ۷۹۷ ملاحظہ۔

عرس: ماثبت من السنۃ میں فرماتے ہیں۔

مغرب کے بعض متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ جس دن اولیاء کرام بارگاہ عزت اور مقامات قدس میں پہنچتے ہیں اس دن باقی دنوں کی نسبت زیادہ خیر وبرکت اور نورانیت کی امید کی جاتی ہے۔ اور یہ ان امور میں سے ہے جنہیں علمائے متاخرین نے مستحسن قرار دیا ہے۔

مزارات پر گنبد اور عمارت بنانا۔ شیخ محقق فرماتے ہیں۔

آخر زمانہ میں چونکہ عوام کی نظر ظاہر تک محدود ہے، اس لئے مشائخ اور اولیاء کے مزارات پر عمارت بنانے میں مصلحت کو دیکھتے ہوئے کچھ چیزوں کا اضافہ کیا تا کہ وہاں اسلام ور اولیاء کرام کی ہیبت و شوکت ظاہر ہو۔ خصوصا ہندوستان میں جہاں دشمنان دین ہنود اور دوسرے کافر بہت سے ہیں۔ ان مقامات کی شان وشوکت سے وہ لوگ مرعوب اور مطیع ہوں گے، بہت سے اعمال، افعال اور طریقے ایسے ہیں جو سلف سالحین کے زمانے میں ناپسند کیئے جاتے ہیں اور بعد کے زمانوں میں پسندیدہ قرار دئے گئے۔

قادریت: حضرت شیخ محقق کو اگر چہ دوسرے سلاسل میں بھی بیعت، خلافت حاصل تھی، لیکن ان پر نسبت قادریت کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی نسبت ہی کو اپنے لئے طرہ امتیاز قرار دیتے تھے۔ فتوح الغیب کی فارسی میں شرح لکھی تو احتراما اس کی ابتدا میں نام نہیں لکھا۔ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس احقر کے نام کے ذکر کی کیا حیثیت اور مجال ہے کہ اس جگہ ذکر کیا جاسکے۔

اخبار الاخیار میں متحدہ ہندوستان کے مشائخ کرام کا تذکرہ ہے۔ لیکن شیخ محقق کا حسن عقیدت دیکھئے کہ انہوں نے سب سے پہلے سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی کا تذکرہ ہے۔

مسلک: شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلک اہل سنت وجماعت کے امام ہیں۔ ان کے عقائد کا مختصر جائزہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ کے عقائد اور معمولات وہی ہیں جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مسلک امام ربانی، طبع لاہور، از

مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، یہی معمولات عقائد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں ملتے ہیں، القول الجلی کی بازیافت، از حکیم سید محمود احمد برکاتی میں دیکھی جا سکتی ہے، یہ مقالہ رضا اکیڈمی لاہور نے حال ہی میں طبع کیا ہے۔

علماء دیوبندی اگرچہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام احترام سے لیتے ہیں تاہم وہ اپنے مکتب فکر کا تعلق ان سے قائم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مولوی انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے مولوی انظر شاہ کشمیری، استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو جس میں وہ خاموشی کی زبان میں بہت کچھ کہہ گئے ہیں۔

ایک عرصہ تک میرا خیال یہ رہا کہ دیوبند کو اپنا تعلق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیوں نہ قائم کرنا چاہیے۔ غالباً ہندوستان میں اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے حدیث کے سلسلہ میں ان کی خدمات کچھ کم وقیع نہیں۔ شروح حدیث میں شاہ صاحب مرحوم کے قلم سے جو کچھ جواہر پارے تیار ہوئے ہیں انہیں تو جانے دیجئے۔

ان کے صاحبزادے شیخ نورالحق کی شرح بخاری بھی ایک زمانہ تک معروف ومتداول رہی، اس خانوادہ کی خدمات علماء ولی اللہی کے کنبہ کی طرح اگرچہ جلیل وقیع نہیں، تاہم حدیث قرآن سے ہند کو واقف کرنے میں شیخ عبدالحق مرحوم کا بھی بہر حال حصہ ہے۔

پھر یہ رائے بھی بدل گئی۔ اول تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی، نیز حضرت شیخ عبدالحق مرحوم کا فکر کلیۃ دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا۔ غالباً میری بات بہت سوں کو چونکا دینے والی ہے، مگر اس موقع پر میں ایک جلیل اور صاحب نظر عالم کی رائے میں اپنے لئے پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ سنا ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم فرماتے تھے کہ شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل ہیں بدعت وسنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا، بس اسی اجمال میں ہزار ہا تفصیلات ہیں جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کی وسعت کی نفی کرنے کے لئے شیخ محقق کا نام ناجائز طور پر استعمال کیا گیا۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں۔ اور شیخ عبدالحق (بقیہ صفحہ 40 پر)

تاجدارِ مدینہ، سرورِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ،
صاحب معطر پسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے کہ!

تمہارا مجھ پر دُرُود پاک پڑھنا قیامت کے دن پُل صِراط کے اندھیرے میں تمہارے لئے نُور ہوگا جو شخص یہ چاہے کہ قیامت کے دن اُسے اَجر کا پیمانہ بھر بھر کر دیا جائے، اُسے چاہئے کہ وہ مجھ پر دُرُود کی کثرت کرے۔

الصلو رل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میٹھے میٹھے آقا، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔

- جس نے فجر کی نماز ترک کی اس کے چہرے سے نور ختم کر دیا جاتا ہے۔
- جس نے ظہر کی نماز ترک کی اس کی روزی سے برکت ختم کردی جاتی ہے۔
- جس نے عصر کی نماز ترک کی اس کے بدن سے طاقت ختم کردیجاتی ہے۔
- جس نے مغرِب کی نماز ترک کی اس کی اولاد نافرمان کردی جاتی ہے۔
- جس نے عشاء کی نماز ترک کی اسکی نیند سے راحت ختم کردی جاتی ہے۔